امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ پیرجی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحبؒ
■ حج کے تحائف
■ مکہ ڈائری
■ حجۃ الوداع کے خطبات رسول ﷺ
■ تشدد کے نقصانات
■ ہندوستانی شہری کسے کہتے ہیں
■ طلاق ثلاثہ سے زیادہ جوی تشدد......
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 59/69 شمارہ نمبر 32 مورخہ ۲۴/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۶/اگست ۲۰۱۹ء روز سوموار

زبان قابو میں رکھئے

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

ہر روز صبح سے لے کر رات تک آپ کی زبان پر جو کچھ آتا رہتا ہے، کبھی آپ نے تنہائی میں اس پر بھی غور فرمایا ہے؟ ہر روز جتنی باتیں آپ کی زبان پر آتی رہتی ہیں، کبھی آپ نے انہیں قلمبند کر کے یہ سوچا کہ کتنی باتیں ان میں جا تھیں اور کتنی بے جا؟ کتنے لفظ زبان پر لانے والے تھے، کتنے نہ تھے؟ کبھی آپ نے اس کا حساب لگایا کہ ہر روز بلا ناغہ جتنی گفتگو آپ فرماتے رہتے ہیں، اس کا کتنا حصہ محض عبث، فضول اور غیر ضروری ہوتا ہے، کتنا حصہ ایسا ہوتا ہے، جس سے دوسروں کی دل شکنی اور دلآزاری ہوتی ہے، کتنا حصہ جھوٹ، مبالغہ اور ناراستی پر شامل ہوتا ہے۔ کتنے حصے سے دوسروں کی غیبت ہوتی ہے، کتنے سے اپنی بڑائی اور خود بینی نکلتی ہے۔ کتنے سے اللہ کے ساتھ بے تعلقی، بدگمانی اور بے اعتباری ثابت ہوتی ہے، کتنا دوسروں کی خوشامد اور جھوٹی تعریف کے لیے وقف ہوتا ہے، اور کتنے حصہ میں محض اپنی بات کی پچ کرنے، نباہنے یا سننے والے کو خوش کرنے کے لیے آپ کو اپنی دیانت وخودداری کا خون کرتے رہنا پڑتا ہے؟ ساری عمر کا اندازہ نہ کیجئے، ایک سال، ایک مہینہ، ایک ہفتہ کا بھی حساب جانے دیجئے، صرف ایک شبانہ روز کا ہی حساب کر کے اسے جانچ لیجئے۔

آپ دوسروں کو بے احتیاط، بدزبان، دروغ گو، مفتری، عیب چیں، فتنہ پرداز، سخن چیں، قرار دینے میں اکثر جلدی فرما دیا کرتے ہیں، لیکن خود اپنی روزانہ گفتگوؤں کو کبھی آپ نے اس پیمانہ سے ناپا ہے، جو آپ دوسروں کے لیے ہر وقت ہاتھ میں لیے رہتے ہیں؟ کیا آپ کے خیال میں آپ کی گفتگو سے متعلق آپ پر کوئی باز پرس نہ ہوگی؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کی زبان سے جو کچھ نکلتا جا رہا ہے، یہ کہیں اور حرفاً حرفاً قلمبند نہیں ہوتا جا رہا ہے؟ کیا آپ کے نزدیک آپ کی زبان ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد اور مستثنیٰ ہے؟ کیا آپ کے عقیدہ میں صدق مطلق کا یہ وعدہ کہ انسان کوئی بات نہیں بولتا۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (ق: ۱۸) مگر یہ کہ اس کے لیے ایک نگہبان تیار رہتا ہے۔

(نعوذ باللہ) جھوٹ ہے؟ یا آپ کو یہ اطمینان ہے کہ آپ کی زبان سے جو کچھ نکل رہا ہے، کم از کم اس پر کسی کو گرفت نہیں ہوسکتی؟ اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے تو پھر آپ اپنی گفتگوؤں کی طرف سے اس قدر مطمئن، بے پروا اور بے خوف کیوں ہیں؟ کیا قبل اس کے کہ دوسرے کے سامنے حساب دینا پڑے خود ہی اپنے سے حساب لینا بہتر نہ ہوگا؟

تاریخ اور تذکروں میں آپ پیمبروں، بزرگوں اور اخلاق وروحانیت کے بڑے مقدس و برگزیدہ رہبروں کے حالات پڑھ چکے ہیں، کیا (نعوذ باللہ) ان میں سے کوئی بھی ''یاوہ گو'' گزرا ہے؟ کیا وہ بھی دن رات بک بک میں وقت گزارتے رہتے تھے؟ خود اپنا تجربہ ومشاہدہ آپ کو کیا بتاتا ہے؟

زیادہ گوئی سے جھگڑے اور فساد بڑھتے ہیں، لوگوں کو ملال وعناد پیدا ہوتا ہے؟ اپنے قلب پر غفلتوں کا پردہ اور گہرا ہوتا جاتا ہے، آپس کی رنجشیں اور بدگمانیاں بڑھتی ہیں، اپنے نامۂ اعمال میں جھوٹ، مبالغہ، طنز، غیبت، خود بینی، غصہ، سخت کلامی وغیرہ عنوانات میں اور اضافہ ہوتا رہتا ہے، یا اس کے برعکس سکون خاطر و اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے، روح کو تسلی وتسکین نصیب ہوتی ہے اور اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا ہوتا معلوم ہوتا ہے؟

اگر آج ہم میں سے ہر شخص محض اتنا عزم کر لے کہ آئندہ سے اپنی زبان اپنے قابو میں رکھے گا، تو ذاتی اور خاندانی، شخصی اور قومی کتنی خرابیوں، کتنی رنجشوں، کتنے فتنوں کا اسی لمحہ اور اسی آن خاتمہ ہوسکتا ہے!

قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (بات کہو تو پکی اور مضبوط بات کہو) کا فرمان جہاں وارد ہوا ہے، وہیں معاً یہ بشارت بھی دے دی گئی ہے کہ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ (تمہارے عملوں کی اصلاح ہوجائے گی، تمہارے بگڑے کام بن جائیں گے) کاش ایک مرتبہ بھی ہمیں اس خدائی نسخہ پر عمل کرنے کی توفیق ہوجائے!

گھاٹے کا سودا

دو شخص ہیں، ایک شخص پختہ حویلی میں رہتا ہے، عیش وآرام سے زندگی بسر کرتا ہے، جلسوں میں تقریریں زور شور سے کرتا ہے، ہر ''قومی'' تحریک میں آگے آگے رہتا ہے، بڑے بڑے چندے دیتا اور دلواتا ہے، اخبارات میں مضامین اچھے اچھے لکھتا ہے۔ تقریر اور تحریر دونوں پر قدرت رکھتا ہے۔ شہر کے بڑے اور عزت دار لوگوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ دوسرا شخص ہے، جو کچے مکان یا جھونپڑی میں رہتا ہے، اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہے، روزے پابندی سے رکھتا ہے، نماز باجماعت ناغہ نہیں کرتا۔ پڑوسیوں اور محلّہ والوں کا سودا سلف خود لا دیتا ہے، آمدنی بہت تھوڑی رکھتا ہے، ایک چھوٹی سی دکان ہے، بال بچوں کے ساتھ بمشکل ہی گزر کر پاتا ہے۔ اس کا شمار بستی کے ادنیٰ لوگوں میں ہے، دنیا نے اپنا فیصلہ دونوں شخصوں کے بارے میں صادر کر دیا۔ آپ کو بھی اس فیصلہ سے اتفاق ہے؟ آپ بھی سوچنے سمجھنے کے بعد یہی رائے رکھتے ہیں؟

پہلا شخص ''کرتا'' کم ہے اور ''کہتا'' زیادہ ہے۔ دوسرا شخص ''کہتا'' کم ہے اور ''کرتا'' زیادہ ہے۔ پہلے شخص کی نظر ''عزت'' پر ہے اور دوسرے شخص کی نظر ''خدمت'' پر۔ پہلا شخص ناموری کا بھوکا ہے، دوسرا ثواب آخرت کا۔ پہلے کو تلاش اس کی ہے کہ کن کن اخبارات میں اس کی تعریف چھپی، دوسرے کو فکر اس کی ہے کہ داہنی طرف کے فرشتے نے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں لکھیں۔ ایک ''اپنے'' کو بڑھا رہا ہے، دوسرا ''اپنے'' کو مٹا رہا ہے۔ ایک نے اپنی زندگی کا سہارا ان کو بنا رکھا ہے، جو خود مٹ جانے والے ہیں، دوسرے نے اپنی لو اس سے لگا رکھی ہے، جسے کبھی فنا نہیں۔ ایک کی منزل مقصود جاہ وشہرت ہے، اور دوسرے کی گمنامی و بے نشانی۔ اللہ کے دربار میں ان دونوں میں زیادہ مقبول کون ہوسکتا ہے؟ اپنے دل میں خود سوچئے اور فیصلہ کیجئے کہ اللہ کے یہاں مقبولیت پیدا کرنے والی کون سے چیزیں ہوسکتی ہیں! پرتکلف لباس؟ لذیذ غذائیں؟ عمدہ کوٹھیاں؟ اعلیٰ سامان آرائش؟ نمائشی چندے؟ رسمی جلسے؟ بناوٹی تقریریں اور تحریریں؟ یا اس کے برعکس زندگی کی سادگی، دل کی شکستگی، ایثار وخدمت گذاری، انکسار وخاکساری، عاجزی وفروتنی، صبر وقناعت، زہد و عبادت، تقویٰ وطہارت؟

آپ سے پہلا سوال یہ ہوگا کہ آپ نے جائز وحلال ذریعوں سے خود اپنی، اپنی بیوی بچوں کی، اپنے بوڑھے ماں باپ کی، اپنے کنبے کے یتیموں کی، اپنے خاندان کے ضعیفوں کی، اپنے پڑوس کے ناداروں کی کس حد تک خبرگیری کی؟ یا یہ ہوگا کہ آپ نے پبلک جلسوں میں، سیکڑوں ہزاروں کے مجمع میں اپنے نام کے آگے ایک بڑا چندہ لکھوا کر اپنی دریا دلی کی کس حد تک نمائش کی؟

آپ پر سب سے مقدم خود اپنے نفس کی اصلاح اور اپنے سے براہ راست اور قریبی تعلق رکھنے والوں کی اصلاح ہے، یا آپ کو قدرت نے ساری قوم وملک کی اصلاح کا ٹھیکیدار اور آل انڈیا لیڈر بنا کر پیدا کیا ہے؟ آپ پر ذمہ داری اس کی ہے کہ آپ نے خود نمازیں کتنی پڑھیں، روزے کتنے رکھے، اپنے گھر والوں کو کہاں تک دین داری اور تقویٰ شعاری کا راستہ دکھایا؟ یا اس کی ہے کہ آپ نے پرجوش تقریریں کتنی کیں اور دلچسپ مضامین کتنے لکھے؟

اللہ کے یہاں کام آنے والے، یہ منشیانہ عبارتیں، ادیبانہ فقرے، دلچسپ لطیفے اور محفل کو تڑپا دینے والے الفاظ ہوں گے، یا وہ عبادتیں جو تنہائی کے گوشوں، ٹوٹے ہوئے دل، لرزتے ہوئے جسم اور روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ادا کی گئی ہیں۔ اور خلق خدا کی وہ خدمتیں، جن کا تذکرہ اخبارات میں چھپنا اور جن کی داد جلسوں میں ملنا الگ رہا، جن کی بھنک تک شاید بجز اللہ کے فرشتوں کے اور کسی مخلوق کے کان میں نہیں پڑنے پاتی! آج جو مخلوق کی زبان سے اپنے کارناموں کی داد پا پا کر مسرور ہو رہے ہیں، کل خالق کے روبرو انہیں نظر آجائے گا کہ یہ سودا کر کے کتنے گھاٹے میں رہے!

مشاہدہ

''آگ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسے جب تک جلانے کے لیے چیزیں ملتی رہتی ہیں، وہ اسے جلا کر خاکستر کرتی ہے، لیکن جب اسے جلانے کے لیے چیزیں دستیاب نہیں ہوتیں، تو وہ خود کو خاکستر کرنے لگتی ہے اور بالآخر فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے، حتی کہ کچھ دیر بعد راکھ میں دبی چنگاری بھی باقی نہیں رہتی۔ دوسروں کو جلا کر خاکستر کرنے کی منصوبہ بندی کرنے والوں کے لیے اس میں عبرت کا بڑا سامان ہے''۔ (مدیر اعلیٰ)

بلا تبصرہ

''کشمیر کے سلسلہ میں جو فیصلہ کیا گیا، اس کے بارے میں آئین ہند میں کچھ طریقے بتائے گئے ہیں، بغیر ان کی پاسداری کے یہ ترامیم غیر آئینی اور غیر قانونی ہیں، آئین کی دفعہ ۳۷۰/ ہٹانے کے لیے واضح طور سے کہا گیا ہے کہ اس کے لیے ہندوستان اور جموں وکشمیر کی دستور ساز اسمبلی میں اتفاق رائے ہونا چاہئے، چونکہ دونوں جگہ اب دستور ساز اسمبلیاں نہیں ہیں، اس لیے یہ عمل کیسے پورا کیا جائے، اس کا کوئی ذکر شاید آئین ہند میں نہیں ہے''۔ (بحوالہ روزنامہ انقلاب ۱۴/اگست ۲۰۱۹ء)

اللہ کی باتیں --- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

لباس کا بنیادی مقصد

اے اولاد آدم، ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا، جو تمہارے ستر کو بھی چھپاتا ہے اور تمہارے بدن کے لئے موجب زینت بھی ہوتا ہے، تقویٰ اور دینداری کا لباس اس ظاہری لباس سے بڑھ کر ہے، یہ اللہ کے فضل وکرم کی نشانیوں میں سے ہوتا ہے، تاکہ یہ لوگ اس نعمت کو یاد رکھیں۔ (سورہ اعراف آیت ۳۶)

وضاحت:۔ لباس و پوشاک انسان کے طرز فکر اور اخلاق و کردار کا آئینہ دار ہوتا ہے، اس کے ذریعہ انسان کے فطری مزاج اور ذوق لطیف بھی ظاہر ہوتا ہے، اس لئے اس کو متوازن اور فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہونا چاہئے تاکہ تہذیب وشائستگی نمایاں ہو سکے، انہیں بنیادوں پر اسلام نے لباس کے بارے میں کچھ اصول بیان کئے ہیں، قرآن مجید نے اس کا پہلا مقصد یہ بیان کیا کہ لباس میں ستر عورت اور جسم کو چھپانے اور ڈھکنے کا پورا لحاظ رکھا جائے یعنی مردوں کے لئے ناف سے لے گھٹنوں تک کا حصہ قابل ستر ہے اور عورت کا سارا جسم سوائے چہرے اور گٹوں تک ہاتھ کے سب کا سب عورت ہے جس کا چھپانا ضروری ہے، اس میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ لباس نہ اتنا باریک ہو کہ جسم کے اندر کا حصہ جھلکے اور نہ اتنا چست ہو کہ جسم کی بناوٹ وسجاوٹ نظر آئے، بلکہ لباس ایسا ہو کہ جو جسم کے لئے ساتر ہو، لباس کا دوسرا مقصد یہ بیان کیا کہ اس کے پہننے سے انسان کی خوبصورتی ظاہر ہو جس کو دیکھ کر لوگ اچھا سمجھیں۔ ایک مقولہ مشہور ہے۔ ''کھائے من بھاتا اور پہنے جگ بھاتا'' اپنی پسند کا کھانا کھاؤ اور دوسرے کی پسند کا لباس پہنو، یہ کوئی اسلامی اصول نہیں ہے، بلکہ حدود شریعت میں رہتے ہوئے عمدہ لباس پہنو، اس سے نمائش اور دکھاوا مقصود نہ ہو، اس لئے کہ نمائش کی خاطر جو بھی لباس پہنا جائے گا وہ جائز نہیں ہے، اس سے گریز لازم ہے، شریعت نے تیسرا اصول یہ بیان کیا کہ لباس ایسا استعمال نہ کیا جائے جس سے مردانہ وزنانہ ملبوسات میں باہم تشابہ کا گمان ہونے لگے، جو لباس جس صنف کے لئے موزوں ہے اسی کو استعمال کرنا چاہئے اسی طرح ایسا لباس پہنا جس سے دل میں تکبر اور بڑائی کا احساس ابھرنے لگے یعنی پائجانہ ٹخنوں سے نیچے تک گھسٹتے جائیں شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ عمل ہے، ہاں اگر کسی عذر و مجبوری کی وجہ سے کپڑے نیچے ڈھلک جائیں تو اس کو اپنی حالت پر درست کر لینے کی کوشش کی جائے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے کہ لباس کے بنیادی طور پر دو فائدے ہیں، ایک ستر پوشی، دوسرا سردی وگرمی سے حفاظت اور آرائش، پہلے فائدے کو مقدم کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ انسانی لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے اور یہی اس کا عام جانوروں سے امتیاز ہے کہ جانوروں کا لباس جو قدرتی طور پر ان کا بدن کے جزو بنا دیا گیا اس کا کام صرف سردی گرمی سے حفاظت یا زینت ہے، ستر پوشی کا اس میں اہتمام نہیں البتہ اعضائے مخصوصہ کی وضع ان کے بدن میں اس طرح رکھ دی ہے کہ بالکل کھلے نہ رہیں، ان پر دم کا پردہ کہیں، دوسری طرح کا ہے، (معارف القرآن ج ۳)

آج کل کے فیشن زدہ ماحول میں لباس اور پوشاک کا مقصد مفقود ہوتا جا رہا ہے، ترقی اور جدیدیت کے نام پر شرم وحیا کی چادر تار تار ہوتی نظر آ رہی ہے، جو کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے قطعی منافی ہے، قرآن نے تقویٰ اور دینداری کے لباس کو ترجیح دی کہ لباس کے ساتھ اخلاق و اعمال بھی درست ہوں جس کو لباس التقویٰ سے تعبیر کیا گیا کہ ظاہری لباس کے ذریعہ ستر پوشی اور زینت و تجمل سب کا اصل مقصد تقویٰ اور خوف خدا ہے۔

پڑوسیوں کے حقوق

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھاتا ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا رہتا ہو (بیہقی)

تشریح:۔ معاشرتی زندگی کی گاڑی باہم میل ملاپ اور بھائی چارگی سے گذارنے میں چلتی ہے، اس لئے کہ اس دنیا کا ہر انسان ایک دوسرے کے تعاون و مدد کا محتاج ہے، چاہے انسان کسی بھی مرتبہ ومنصب پر کیوں نہ فائز ہو ایک وقت ایسا آتا ہے، کہ وہ دوسرے سے مدد کا طلبگار ہوتا ہے اور اس میں اس کے پڑوسیوں کا سہارا پہلے درجے میں ملتا ہے، کسی ناگہانی، مصیبت کے وقت کسی خاندان اور رشتہ داروں کے پہونچنے سے پہلے پڑوسی دلداری کے لئے آتا ہے، اس لئے پڑوسیوں سے تعلقات کو خوشگوار بنائے رکھنا چاہئے اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشدیدی طور پر فرمایا کہ جو شخص خود شکم سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا اور فاقے میں مبتلا ہو وہ صرف سنگ دل اور بد اخلاق ہی نہیں، بلکہ حقیقت مومن بھی نہیں ہے۔

پڑوسی کی دلداری کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتنا لحاظ رکھتے تھے اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو کی روٹی بنائی، لیکن ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لانے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ پڑوسی کی بکری آئی اور روٹیاں اپنے منھ میں دبا کر چلتی بنی حضرت عائشہ کو غصہ آیا اور بکری کے پیچھے ڈوریں، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ جو روٹیاں بکری کے منھ سے چھوٹ کر گر گئی ہوں وہ بے شک تم اٹھا لو مگر اس سے زیادہ کچھ کر کے پڑوسی کو تکلیف نہ پہونچانا، یہ صرف ایک مثال ہے، بات صرف بکری تک ہی محدود نہیں، پڑوسی کی مرغی، گائے، بیل وغیرہ بھی اگر کسی چیز کو نقصان پہونچا دے تو اسے مارنا نہیں چاہئے، البتہ جانوروں کے مالک کو نرمی اور سنجیدگی سے سمجھا دینا چاہئے، الجھاؤ پیدا کرنا اور معاملہ کو بڑھانا کسی طرح مناسب نہیں۔

اب ذرا اپنے گھر کا جائزہ لیجئے کہ مرد تو مرد ہماری عورتیں خدا کی پناہ، ان میں اکثر تو گالی گلوج کرنے میں حد سے آگے بڑھ جاتی ہیں اور نوبت مار پیٹ اور لڑائی جھگڑے تک پہونچ جاتی ہے، یہ سب چیزیں غلط ہیں اس سے ہماری معاشرتی زندگی کا نظام بگڑتا ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے شر سے اس کا پڑوسی مامون نہیں ہے، ان احادیث کی روشنی میں ایک مومن بندہ کو حالات کا جائزہ لے کر اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ اس کی زندگی میں ترقی وخوشحالی آئے اور اس کو اللہ کی رضا حاصل ہو۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

بے پردگی اور ہماری شرعی ذمہ داری:

آج کل عورتوں میں بے پردگی عام ہے، برہنہ سر اور نیم عریاں لباس میں راستوں اور بازاروں میں بلاضرورت گھومنا پھرنا، غیر محرموں سے میل جول اور ہنسی مزاق کرنا، غیر محرم مہمانوں کی ضیافت خود کرنا، ان کے سامنے آنا جانا کوئی عیب کی بات نہیں رہ گئی ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ محلّہ اور سماج کے دانشوران، داعیان دین، علماء کرام اور ائمہ مساجد سب ان چیزوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، لیکن کبھی روک ٹوک نہیں کرتے، جس کی وجہ سے بے حیائی عام ہوتی جا رہی ہے، سوال یہ ہے کہ پردہ کی شرعی حیثیت کیا ہے اور ایسے ماحول میں علماء، دانشوران، ائمہ مساجد اور عام مسلمانوں کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب و باللہ التوفیق

شریعت مطہرہ میں پردہ فرض ہے، جس کی تفصیل اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر بیان فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

''قل للمومنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم الخ''(سورة النور آيت ۳۰)

'' و قل للمومنات يغضضن من ابصارهن و يحفظن فروجهن و لا يبدين زينتهن الخ''(سورة النور آيت ۳۱)، ''ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن ''(آيت ۳۱)

''ينساء النبی لستُنَّ كأحدٍ من النساء ان اتقيتن فلا تخضعن بالقول فيطمع الذی فی قلبه مرض و قلن قولاً معروفاً ''(سورة احزاب آيت ۳۲)، ''و قرن فی بيوتكن و لا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ''(آيت ۳۳)، ''يا أيهاالنبی قل لازواجك وبنٰتك و نساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن الخ''(آيت ۵۹)

ان آیات کریمہ میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تمہارا صحیح جائے قیام تمہارا گھر ہے۔ بیرون خانہ کی ذمہ داریوں سے تم کو اس لیے سبکدوش کیا گیا ہے، کہ تم سکون ووقار کے ساتھ گھروں میں رہو، اور خانگی زندگی کے فرائض ادا کرو۔ گھر سے باہر نکل سکتی ہو، لیکن بلا وجہ نہیں، ناگزیر ضرورت میں، بیرون خانہ بھی تمہیں اپنی عصمت وآبرو کی حفاظت کا پورا خیال رکھنا ہوگا، اس کے لیے ضروری ہے کہ تم بن سنور کر نہ نکلو، تمہارا حسن اور تمہاری زینت سب پردہ میں مستور ہو، تمہارے سروں پر حیا کی چادر یا نقاب ہو، کسی سے بات کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو سیدھے سادے انداز میں بات کرو، لچکدار اور رس بھری آواز میں (جو لوگوں کے دلوں میں گدگدی پیدا کر دے) بات کرنے کی بالکل اجازت نہیں ہے، نگاہیں نیچی رکھو اور مرد حضرات بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، بدنظری سے بچیں۔

لباس کے بارے میں فرمایا کہ: تمہارا لباس جہاں باعث زینت ہو وہیں تمہارے حسن اور جسم کے نشیب وفراز کے لیے ساتر بھی ہو۔ ''يا بنی آدم قد انزلنا عليكم لباساً يواری سوٰاتكم و ريشاً''(الاعراف:۲۶)

ایسا لباس جس سے بدن جھلکے اور ستر نمایاں ہو، اسلام کی نگاہ میں پسندیدہ لباس نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے والا اور اس کے غضب کو دعوت دینے والا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : نساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كاسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة و الايجدن ريحها(صحيح مسلم باب النساء الكاسيات العاريات ۲/۲۰۵)''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی رہیں اور دوسروں کو رجھائیں، اور خود دوسروں پر رجھیں اور بختی اونٹوں کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں، وہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔

مردوں کو ہدایت دی کہ صاحب خانہ سے کچھ لینے کی ضرورت پڑ جائے تو پس پردہ مانگو۔ ''و اذا سألتموهن متاعاً فسئلوهن من وراء حجاب (الاحزاب:۵۳)'' یہ حدبندیاں اس لیے کی گئی ہیں تاکہ عورتوں اور مردوں کے درمیان خلط ملط اور بے تکلفی نہ ہو اور کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو، جو تقویٰ وطہارت کے خلاف ہو۔'' ذلكم اطهر لقلوبكم و قلوبهن (الاحزاب:۵۳)''

لہٰذا صورت مسئولہ میں عورتوں کا برہنہ سر اور نیم عریاں لباس میں رہنا، بلاضرورت راستوں اور بازاروں میں گھومنا پھرنا، غیر محرموں سے ہنسی مذاق کرنا، ضیافت ومیزبانی میں خود غیر محرم مہمانوں کے سامنے آنا جانا، ان کو کھانا کھلانا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ ان ساری چیزوں سے احتراز لازم وضروری ہے۔

۲۔ جس مسلم معاشرہ میں بے پردگی رائج ہو، ایسے معاشرہ میں خواہ دانشور ہو، یا عالم، داعی ہو یا امام، ہر باشعور فرد کی شرعی اور اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ بے پردگی پر سخت نوٹس لے، اس پر روک لگائے، ورنہ اگر گناہ یوں ہی فروغ پاتا رہا اور کسی نے اصلاح حال کی کوشش نہیں کی تو عوام وخواص، مجرم وغیر مجرم کوئی بھی عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکے گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم ضرور بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے اور پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ ہو (سنن ترمذی عن حذیفہؓ ج ۲ ص ۴۰ ابواب الفتن)''۔ شرح السنہ میں ہے ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص جماعت کے گناہ کا عذاب عام لوگوں پر نہیں ڈالتے جب تک کہ ایسی صورت نہ پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے ماحول میں گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور ان کو یہ قدرت بھی ہو کہ اس کو روک سکیں، اس کے باوجود انہوں نے اس کو روکا نہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا عذاب ان سب کو گھیر لیتا ہے۔ (مشکواۃ المصابیح/ ۴۳۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 59/69 شمارہ نمبر 32 مورخہ ۲۴/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۶/اگست ۲۰۱۹ء روز سوموار

چونکانے والا فیصلہ

راجستھان کے شہر الور کی ایک نچلی عدالت نے پہلو خان قتل معاملہ کے تمام ملزموں کو باعزت بری کر دیا، یہ واقعہ ۲۰۱۷ء کا ہے کہ پہلو خان گائے کی خرید وفروخت کی تجارت کرتے تھے، وہ گائے خرید کر لوٹ رہے تھے کہ انہیں کچھ شر پسندوں نے الور میں گائے کی اسمگلنگ کے شبہ میں بری طرح زدوکوب کیا، وہ خون میں لت پت ہو گئے، انہیں اسپتال لے جایا جا رہا تھا کہ راستہ ہی میں دم توڑ دیا، ان کی موت کے سانحہ نے پورے ملک کو اضطراب میں مبتلا کر دیا، اور ہر طرف سے اس کی تحقیقات کروانے کی آواز اٹھنے لگی چنانچہ اس کے لئے ایف آئی آر درج ہوا اور انکوائری کمیٹی تشکیل دی گئی اس وقت راجستھان میں بی جے پی کی وسندھرا راجے سندھیا کی حکومت تھی اور تفتیشی ایجنسیاں ان کے اشارے پر کام کر رہی تھی اس لئے اس نے عدالت کے روبرو ملزموں کے خلاف کوئی واضح اور ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکی، بلکہ ان کی موت کو دل کا دورہ بتلا دیا، شہادت وثبوت کی عدم فراہمی کے نتیجہ میں عدالت نے قاتلوں کو بری کر دیا، اب جب کہ وہاں کانگریس کی اشوک گہلوت کی حکومت ہے جس نے چند ماہ پیشتر ہجومی تشدد کے خلاف قانون وضع کیا اور اس کو ایک ناقابل ضمانت جرم گردانا ہے اس نے اعلان کیا ہے کہ وہ اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کرے گی، تاکہ اس طرح کی غیر انسانی حرکت کرنے والوں کو قرار واقعی سزا مل سکے، اب جس قدر جلد ہو وزیر اعلیٰ گہلوت جی اس فیصلہ کے خلاف اعلیٰ عدالت میں اپیل دائر کریں اور حق وانصاف کے ساتھ اس کی پیروی کریں، تاکہ پہلو خان کے قاتلوں کو سخت سے سخت سزا مل سکے، اور اس کے ذریعہ مجرموں کے حوصلے پست ہوں اور یہ سزا دوسروں کے لئے بھی درس عبرت بن سکے، جب تک سزا نہیں ملتی ہے اس وقت تک اس طرح کے نازیبا حرکت کرنے والوں کے حوصلے بلند ہوتے رہیں گے، اس لئے سپریم کورٹ نے ۲۰۱۸ء میں ہجومی تشدد کے خلاف قانون بنانے کا حکم دیا تھا، لیکن مرکزی حکومت اس سلسلہ میں قطعی طور پر سنجیدہ نظر نہیں آ رہی ہے، بلکہ غیر ضروری مسائل ومعاملات پر قانون سازی کرنے میں دلچسپی دکھلا رہی ہے۔

تعصب وتنگ نظری

ان دنوں ملک بھر میں اقلیتوں اور دلتوں کے خلاف نفرت وتشدد کا بازار گرم ہے، قوم پرستی اور شدت پسندی سے خوف ودہشت کا ماحول پیدا ہو گیا ہے، ملک کا ایک طبقہ کرپشن کو برداشت کر رہا ہے، ٹوٹی سڑکیں، گندی نالیاں اور آلودہ پانی پینے کو گوارہ کر رہا ہے، لیکن مذہب، دھرم، رنگ ونسل اور ذات وبرادری کے معاملات میں ان کی چھٹی حس بیدار رہتی ہے اور اس معاملہ میں وہ اپنے عقل وہوش تک کھو رہا ہے، گذشتہ دنوں گائے کے اسمنگلنگ کے الزام میں پچیس لوگوں کو رسیوں سے باندھ کر سڑک پر گھسیٹا گیا، مدھیہ پردیش کے ایک سینئر مسلم افسر نیاز احمد اپنے اوپر ہونے والی زیادتیوں سے اپنا نام ہی بدلوانے پر تلے ہوئے ہیں، مدھیہ پردیش میں ہی آن لائن کھانے کا آڈر کرنے والے شخص نے محض اس بنیاد پر کھانا لینے سے انکار کر دیا کہ کھانا پہونچانے والا بیرا مسلمان ہے، گویا کھانے کو بھی مذہب سے جوڑ دیا گیا، کیا اس شدت پسندی سے ملک کی گنگا جمنی تہذیب کی عمارت کمزور نہیں ہوں گی، رابندر ناتھ ٹیگور نے اپنی نظم ڈوبتا سورج میں کہا کہ شدت پسندی سے ڈوبتے سورج کی سرخ شفق کی طرح لہولہان ہو جائے گی، آج یہی سب کچھ ہمارے ملک میں ہو رہا ہے، برسر اقتدار جماعتوں کے اشارے پر چند شدت پسند سر پھرے نوجوان سڑکوں، بس اڈوں اور ٹرینوں میں قانون کو ہاتھ میں لے کر بد نظمی وانارکی پھیلا رہے ہیں اور حکومت تماشائی بنی ہوئی ہے، حالانکہ وزیر اعظم مسٹر نریندر مودی نے اپنی دوسری میعاد میں مسلمانوں کے اندر سے خوف وسراسیمگی نکالنے کی بات کہی تھی، مگر دوسری طرف خود ان کی پارٹی کے سیاسی لیڈران اشتعال انگریز تقریروں کے ذریعہ نفرت کی دیوار کھڑی کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور ان کی تقریروں کو سن کر یہ مذہبی دیوانے بے قصور لوگوں کی عزت وآبرو اور جان ومال سے کھلواڑ کر رہے ہیں، بہر حال ان مشکل اور صبر آزما حالات میں ہم اپنے ہمت وحوصلہ کو پست نہ کریں، اپنی دفاع آپ کرنے کے اصول کو اپنائیں، کسی دوسری سیاسی پارٹیوں سے رسم وفا کی امید نہ رکھیں یہ سب کاغذ کے گلدستوں کی مانند ہیں جن کے قول وعمل میں کوئی یکسانیت نہیں ہے، ہمیں خود اس کے لئے آگے بڑھنا ہوگا اور نفرتوں کی دیوار کو مسمار کرنے کی جد وجہد کرنی پڑے گی، دوسروں کا نقصان کئے بغیر اپنی ترقی کی راہیں تلاش کرنی پڑیں گی، ایک طرف ہمارا ملک معاشی اور اقتصادی اعتبار سے کمزور ہوتا جا رہا ہے، غربت وافلاس سے عوام بد حال ہوتے جا رہے ہیں، ملک کی آبادی کا بڑا حصہ صحت، تعلیم، مکان اور پینے کے صاف پانی جیسے بنیادی سہولتوں سے محروم ہوتا جا رہا ہے، نوجوان بے روزگار ہو رہے ہیں، کسان خودکشی کر رہا ہے، اور ہمارے حکمراں خوف کی نفسیات کو ہوا دے رہے ہیں، جبکہ ہندوستان کا دستور اور آئین کسی شہری سے مذہب، دھرم یا ذات پات کی بنیاد پر کسی امتیاز کی ہرگز اجازت نہیں دیتا لیکن افسوس یہ ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار اور طاقت ہے وہ آئین کی مقدس دہائیوں اور ضمانتوں کو ملحوظ رکھنے کے بجائے اپنے تعصّبات سے کام لے رہے ہیں جو کہ کھلی ہوئی ناانصافی ہے۔

اس لئے اب وقت آ گیا ہے کہ ارباب حل وعقد اور سیکولر ذہنیت رکھنے والے برادران وطن اس ناانصافی کی طرف توجہ دیں اور ہندوستان کی پیشانی پر سے اس داغ کو دھوئیں، اگر ہم نے اس سلسلہ میں سعی کی تو ان شاء اللہ حالات بدلیں گے، ملک میں بھائی چارگی کی فضا قائم ہوگی اور دیکھنے والوں کو حیرت ہوگی مگر اس کے لئے منصوبہ بند طریقہ سے کام کرنا ہوگا، اور ماحول کو خوشگوار بنانے کے پہلو تلاش کرنے ہوں گے۔

سیاست اور خدمت

ہندوستان میں جو جمہوری نظام قائم ہے وہ سیاسی پارٹیوں پر مبنی ہے، لیکن عجب اتفاق یہ ہے کہ سیاسی پارٹیوں کی کثرت کی وجہ سے اس جمہوری نظام میں ابھی تک وہ استحکام نہیں آ سکا جسے پچھلے بہتر برسوں کے دوران آ جانا چاہئے تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سیاسی پارٹیاں جو حکمت عملی اپناتی ہیں، وہ ان کے سیاسی مفاد کے تابع ہوتی ہے، عوامی مفاد کے تحفظ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، نتیجہ یہ ہے کہ حکومتیں بنتی اور بگڑتی رہتی ہیں، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جمہوری نظام کا حصہ ہونے کے باوجود بعض پارٹیوں کے اندر جمہوریت نہیں ہے اور وہ جمہوری خطوط پر بھی نہیں چلتی ہیں، ان کے یہاں تنظیمی انتخابات بھی بالعموم نہیں ہوا کرتے بلکہ مختلف چھوٹے بڑے عہدوں کے لئے لوگ نامزد کر دیئے جاتے ہیں، اس کے علاوہ کچھ ایسی پارٹیاں بھی ہیں جو خاندانی پارٹیاں بن کر رہ گئی ہیں، فیصلے جماعتی سطح پر نہیں کئے جاتے بلکہ انہیں مسلط کیا جاتا ہے، پارٹی پر بھی اور لوگوں پر بھی سیاست اب خدمت کا ذریعہ نہیں رہی، بلکہ وہ محض پیشہ بن کر رہ گئی ہے، لوگ اس پر سرمایہ کاری کرتے ہیں اور جب ان لوگوں کو کوئی عہدہ یا منصب مل جاتا ہے حکومت میں یا پارٹی میں تب پھر وہ اس کے فوائد حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں، اور اب تو صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ ذات برادری اور علاقہ واریت کی بنیاد پر بھی سیاسی پارٹیاں تشکیل دی جانے لگی ہیں، دوسری پارٹیوں کے ساتھ رابطہ کیا جاتا ہے، اور ان کے ساتھ اتحاد عمل کر کے اپنی ذات برادری کے لئے یا پھر اپنی پارٹی کے لئے طرح طرح کے فائدے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ذات وبرادری کے علاوہ علاقائیت کی بنیاد پر بھی سیاسی پارٹیاں تشکیل ہونے لگی ہیں، سیاسی مفاد پرستی بلکہ اقتدار پرستی کا یہ عالم ہے کہ بعض سیاسی پارٹیاں ایسی سیاسی پارٹیوں سے جن کے نظریات، اصول اور مقاصد ان سے میل نہیں کھاتے، بلکہ وہ ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں پھر بھی اقتدار کی ہوس اور سیاسی مفاد پرستی انہیں ایک دوسرے کے قریب کر دیتی ہے، یقیناً یہ کوئی اچھا اور صحت مند رجحان نہیں ہے، مزید برآں سیاسی معاملات میں اب تو مذہب کا بھی استعمال ہونے لگا ہے، بی جے پی اور اس کی معاون جماعتوں شیوسینا وغیرہ نے ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۹ء کے عام انتخابات میں اکثریت طبقہ کے مذہبی جذبات کو ابھار کر برسر اقتدار ہوئی، جمہوری استحکام کے لئے یہ صورت حال بہت ہی تشویشناک ہے، لہذا ہندوستان کے سیاسی نظام کو اگر مضبوط ومربوط کرنا ہے تو سیاست میں شفافیت اور رواداری کو لانا ضروری ہوگا اور وہ بھی کسی تحفظ کے بغیر۔

ڈاکٹر جگن ناتھ مشرا کا انتقال

بہار کے قدر آور سیاسی لیڈر، سابق وزیر اعلیٰ اور محسن اردو ڈاکٹر جگن ناتھ مشرا طویل علالت کے بعد ۱۹/اگست ۲۰۱۹ء کو دہلی کے ایک اسپتال میں انتقال کر گئے، ان کی عمر ۸۳ سال کے قریب تھی، وہ طویل عرصہ تک کانگریس کے ایک ممتاز رہنما اور دور اندیش سیاسی قائد کی حیثیت سے مقبول رہے انہوں نے آخر میں کانگریس کو الوداع کہہ دیا، اس کے بعد مرحلہ وار دو تین پارٹیوں سے منسلک رہے، ماضی میں کانگریس پارٹی کے طاقت ور لیڈر ہونے کی وجہ سے تین بار غیر منقسم بہار کے وزیر اعلیٰ رہے اور اپنے مثبت انداز فکر اور اعتدال پسندانہ مزاج کے باعث ہر طبقہ میں ہر دلعزیز رہے، انہوں نے اپنے عہد وزارت میں کئی ایسے اہم فیصلے لئے جس سے ان کی شہرت بوئے گل کی طرح پھیلتی چلی گئی، خاص کر جب انہوں نے ۱۹۸۰ء میں اپنی کابینہ کی پہلی میٹنگ میں اردو کو بہار کی دوسری سرکاری زبان بنانے کے لئے بہار ریاستی لسانی ایکٹ میں ترمیم کرنے کی تجویز پیش کرنے کی منظوری فراہم کی تو اس وقت حزب اختلاف نے اسمبلی میں کھل کر مخالفت کی، مگر ڈاکٹر مشرا نے پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ اردو سے اپنی محبت کی وفاداری نبھاتے ہوئے اس کو منظور کروالیا، اس کے بعد اردو کو بہار کی دوسری سرکاری زبان کا درجہ ملا، جس کے نتیجہ میں پرائمری اسکولوں میں مادری زبان اردو کی تعلیم اور اردو اساتذہ کی بحالی کی راہ ہموار ہو گئی، ضلع سے بلاک کی سطح تک اردو مترجمین کی تقرری عمل میں آئی، ریاست میں اردو ڈائرکٹوریٹ کا قیام ہوا، فروغ اردو کے محکمے بنائے گئے، جو اس وقت سب پھل پھول رہے ہیں، تاہم ان کے بعد کے وزراء اعلیٰ نے ان محکموں میں طاقت اور توانائی پیدا کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں دکھلائی، سب کچھ ہونے کے باوجود اب تک اردو کو وہ مقام حاصل نہیں ہو سکا، جس کی وہ مستحق تھی، اس وقت بھی ایسے بہت سے سرکاری ادارے ہیں جہاں اردو یونٹ قائم ہے، مگر ان کی جگہیں خالی پڑی ہوئی ہیں، بعض مقامات پر ان جگہوں پر دوسری یونیٹ کے اساتذہ وعملہ بحال ہیں اور وزارت تعلیم پر سرد مہری چھائی ہوئی ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ اردو کے سبھی خالی جگہوں پر اردو اساتذہ کو بحال کیا جائے، اس سلسلہ میں خود اردو داں طبقہ کو بھی دوسروں پر تکیہ کرنے کے بجائے اردو کی بقا اور ترقی کے لئے اپنے اپنے طور پر عملی قدم اٹھانا چاہئے، اگر اہل زبان خود اپنی زبان کے مفاد کے لئے مل کر اجتماعی کوشش کریں گے تو ان شاء اللہ زبان کا مستقبل روشن وتابناک ہوگا، بہر کیف ڈاکٹر مشرا نے زندہ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے اردو کے فروغ کے لئے جو تاریخی کارنامے انجام دیئے اس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں، ایسے بھی وہ ایک بے حد خوش مزاج انسان تھے، تعلیم وتدریس سے بھی ان کا بڑا لگاؤ تھا، وہ علم معاشیات کے اچھے لیکچرر بھی رہے اور مضمون نگار بھی، لسانیات پر ان کی گرفت بہت مضبوط ومستحکم تھی، عہدے سے سبکدوش کے بعد ان کی زندگی نشیب وفراز سے گذرنے لگی، مگر انہوں نے ہمت وحوصلہ نہیں ہارا بلکہ سیاسی وسماجی ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرتے رہے البتہ جسمانی عوارض اور پیرانہ سالی نے انہیں نڈھال کر دیا، بالآخر موت کی آغوش میں ابدی نیند سو گئے، افسوس کہ بہار ایک عظیم سیاسی مفکر ومدبر سے محروم ہو گیا۔

یادوں کے چراغ

پیر جی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحبؒ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارن پور کے رکن شوریٰ، یحیوی کتب خانہ کے منتظم ہزاروں لوگوں کے مرجع ومقتدیٰ خانوادہ کاندھلہ کے گل سرسبد، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے اکلوتے فرزند، تواضع، سادگی اور انکساری کے پیکر، زہد وورع میں معاصرین میں ممتاز، خانقاہ خلیلیہ کے سجادہ نشیں، پورے خاندان کے ماموں پیر جی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحبؒ نے ۱۰/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۲/اگست ۲۰۱۹ء بروز پیر سہ پہر پونے تین بجے اس جہان فانی کو الوداع کہا، آخری سانس انہوں نے سہارن پور سے دور میرٹھ کے آنند اسپتال میں لیا، جہاں وہ بغرض علاج داخل کیے گیے تھے، جنازہ کی نماز حضرت مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم صدر جمعیۃ علماء ہند نے گیارہ بجے شب میں اسی دن پڑھائی، حاجی شاہ کمال سہارن پور کا وسیع میدان مصلیان سے بھرا ہوا تھا، رات کے باوجود مسلمانوں کا اژدھام حضرت کی مقبولیت کی روداد سنا رہا تھا، آنکھیں نم تھیں، دل سوگوار تھا، لیکن سب اللہ کے فیصلے پر راضی تھے، رات کے بارہ بجے اس گنج گراں مایہ کو تہہ خاک ڈال دیا گیا، **للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شئی عندہ لاجل مسمی.**

مولانا کئی ماہ سے صاحب فراش تھے، عمر بھی اسی سال کے قریب تھی، گرتی ہوئی صحت دیکھ کر ان کے چراغ سحری ہونے کا احساس ہوتا تھا، لیکن اتنی جلدی یہ مرحلہ عین بقرعید کے دن پیش آئے گا، اس کی توقع کسی کو نہیں تھی، جس نے سنا دم بخود رہ گیا، واقعہ یہ ہے کہ اس دور قحط الرجال میں مولانا کی وفات ایک ملی حادثہ ہے، بلکہ خانوادہ کاندھلہ کے لیے حضرت مولانا افتخار الحسن صاحبؒ کے انتقال کے بعد یہ دوسرا بڑا سانحہ ہے۔

حضرت مولانا محمد طلحہؒ بن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ بن حضرت مولانا محمد یحیٰؒ کاندھلوی کی ولادت ۲/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۸/مئی ۱۹۴۱ء بروز دوشنبہ سہارن پور میں ہوئی، وہ حضرت شیخ کی دوسری اہلیہ کے بطن سے تھے، مولانا کی دو بہنیں بھی تھیں جن میں ایک اللہ کو پیاری ہو گئیں، وہ مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم سے منسوب تھیں، دوسری بہن مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری مدظلہ کے نکاح میں ہیں اور الحمد للہ باحیات ہیں، مولانا مرحوم کی والدہ بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا الیاسؒ کی صاحب زادی تھیں، اس طرح مولانا محمد الیاس صاحبؒ آپ کے نانا اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ حقیقی ماموں تھے۔

مولانا مرحوم کی تعلیمی زندگی کا آغاز مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور سے ہوئی مکتبی تعلیم، حفظ قرآن اور فارسی کی ابتدائی کتابیں یہیں پڑھیں، عربی تعلیم کے لیے مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین کا رخ کیا اور سند فراغت وہیں سے حاصل کیا، مولانا اپنی تعلیمی زندگی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ۱۴/رجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۹/فروری ۱۹۵۴ء کو حفظ قرآن کی تکمیل ہوئی اور انہوں نے پہلی تراویح مسجد شاہ جی دہلی میں ۱۳۷۶ھ میں سنائی، وہ فرماتے تھے کہ فارسی کی تعلیم کا آغاز ۵/دسمبر ۱۹۵۶ء میں سہارن پور میں ہی ہوا تھا۔

مولانا نے بچپن میں اپنے والد کو بارہا بیعت کرتے دیکھا تھا، پیری، مریدی کے ماحول میں پرورش پائی تھی اسی لیے وہ کھیل بھی اسی قسم کا کھیلا کرتے تھے، ایک بار بچوں میں پیری مریدی کھیل رہے تھے، چھوٹے چھوٹے بچے مولانا سے بیعت ہو رہے تھے، اتنے میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ وہاں تشریف لائے، انہوں نے صاحب زادے کو بیعت کرتے دیکھا تو فرمایا کہ مجھے بھی بیعت کرلو، مولانا طلحہؒ نے بلا تامل کہا کہ آجائیے، چنانچہ انہیں بیعت کرلیا، اس عمل کی وجہ سے حضرت مدنیؒ انہیں پیر جی کہا کرتے تھے، جو بعد میں مولانا کے لقب کے طور پر استعمال ہوئے اسی وجہ سے مولانا کم اور پیر جی سے زیادہ متعارف تھے۔

مولانا کا مزاج صوفیانہ تھا، اس لیے ان کی علمی صلاحیتیں کھل کر سامنے نہیں آسکیں، انہوں نے حضرت شیخ کے انتقال کے بعد خانقاہ خلیلیہ کے نظام کو پورے طور پر سنبھالا اور خاندانی روایات کو برقرار رکھا، وہ پوری زندگی لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ان کی تربیت اور تزکیہ کا کام کرتے رہے، وہ انتہائی رقیق القلب واقع ہوئے تھے، تعلق مع اللہ کے ذکر پر پھوٹ پھوٹ کر روتے، ان کے رونے سے مجمع پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی اور مجمع سے سسکیوں کی آواز آنے لگتی، اور پھر ایسا معلوم ہوتا کہ ''کچا گھر'' کے ذرات بھی اس رونے میں شریک ہو گیے ہیں، کچا گھر اب خانقاہ خلیلیہ کے نام سے جانا جاتا ہے، مولانا نے اپنی زندگی میں ہی اس خانقاہ کا منتظم اپنے بہنوئی اور خلیفہ مولانا سید سلمان مظاہری کو بنا دیا تھا، مولانا سید سلمان مظاہری صاحب اب اس خانقاہ کے فیوض و برکات کو تقسیم کر رہے ہیں اور اسے تسلسل بخشے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب تبلیغی جماعت کے اختلاف سے سخت نالاں تھے، انہوں نے کئی بار افہام وتفہیم کی کوشش کی، لیکن بات بن نہیں سکی، وہ افراط وتفریط سے پاک زندگی گذارنے کے عادی تھے، تواضع اور انکساری ان کی زندگی کا لازمہ تھا، لیکن غیر شرعی امور پر ان کا جلال دیکھنے کے لائق ہوتا تھا، اس معاملہ میں وہ کسی قسم کی مصلحت اور مداہنت کے قائل نہیں تھے، داڑھی منڈے سے انہیں حد درجہ تنفر تھا، ایک بار میرا لڑکا محمد نظر الہدیٰ قاسمی خدمت میں حاضر ہوا، مصافحہ کرنے والوں کی بھیڑ تھی، اس نے دیکھا نہیں، دسترخوان پر پاؤں پڑ گیا، پھر جو بگڑے ہیں تو اسے بھاگتے ہی بنی، غالباً مصافحہ بھی نہیں کیا، اسی طرح کسی کو غیر اسلامی وضع قطع میں دیکھتے تو بھی اپنے کو روک نہیں پاتے اتباع سنت کا انتہائی غلبہ تھا، وہ دوسروں کو بھی اپنی طرح دیکھنا چاہتے تھے اور اس کے لیے ان کے پاس سخت سرزنش کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔

مولانا کی ازدواجی زندگی بڑی خوش گوار تھی آپ کو خاندان کے چھوٹے بڑے ماموں کہا کرتے اور پیرانی کو ممانی ممانی آپ کا بہت خیال رکھتی تھیں، مجلس جاری ہوتی اور دیر ہو جاتی تو کہلا بھیجتیں کہ لیٹ جائیے، آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، مولانا ان کی یاد دہانی کا شکریہ ادا کرتے، اور پھر لیٹ جاتے، کوئی سوا سال پہلے اہلیہ اس دنیا سے رخصت ہو گئیں، مولانا پر اس کا بہت اثر تھا، صحت کے گرنے کا ایک بڑا سبب اہلیہ کی جدائی کا صدمہ تھا، مولانا لاولد تھے، شاید اسی لیے تذکرہ نگاروں نے اولاد کے سلسلے میں سکوت اختیار کیا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/پر)

حج کے تحائف

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

عازمین حج کے قافلے جن کو دعاؤں کی درخواست کے ساتھ ہم نے رخصت کیا تھا، حج کی سعادت سے بہرہ ور ہو کر اپنے وطن لوٹ رہے ہیں، یہ اپنے ساتھ اللہ رب العزت کی جانب سے جنت کا تحفہ اور گناہوں سے پاک ہونے کا مژدہ لے کر لوٹے ہیں، حج کے اس سفر محبت وعبادت میں کھلی آنکھوں سے انہوں نے کعبہ کی تجلیات کو دیکھا ہے، مکہ کی بابرکت سرزمین منیٰ، عرفہ، مزدلفہ، مشعر حرام کے وقوف اور جمرات کی رمی نے انہیں نفس امارہ کو مار ڈالنے کا حوصلہ بخشا ہے، حب رسول سے سرشار مسجد نبوی میں نماز اور مواجہہ شریف کے درود وسلام نے جو روحانیت ان کے اندر پیدا کی ہے اس کا تصور کوئی دوسرا نہیں کرسکتا، یہ اپنے ساتھ عزیز واقارب کے لئے بھی تحفے لائے ہیں، کھجور، زمزم، ٹوپی، تسبیح وعطریات اور نہ جانے کیا کیا؟ زمزم وہ مقدس پانی ہے۔ جس سے بہتر روئے زمین پر کوئی پانی نہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی رگڑ سے جاری ہونے والا صاف وشفاف چشمہ نہ صرف مکہ ومدینہ بلکہ حاجیوں کے توسط سے پوری دنیا کو سیراب کر رہا ہے، مدینہ کی آب وہوا میں پلے بڑھے، میٹھے اور رسیلے کھجور، انہیں ہمارے آقا کی زمین سے نسبت ہے، ٹوپی، تسبیح اور عطریات کا لانا بھی اسی نسبت کی وجہ سے قبول ہے۔ ہماری عادت سی ہوگئی ہے، حاجیوں سے کھجور اور زمزم کا تحفہ وصولنے کی، یقیناً یہ جذبہ بھی قابل ستائش ہے اور اس کی اپنی اہمیت ہے۔ لیکن اللہ نے اپنا مہمان حاجیوں کو اس لئے نہیں بنایا کہ وہ اپنی ساری توجہ ان مادی چیزوں کے حصول اور مہیا کرنے میں صرف کرے بلکہ اعلان کیا کہ حج پر اس لئے بلایا گیا ہے تاکہ وہ اس کے فائدے کو دیکھ لیں '' لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ ''، اور منافع کا تصور آب زمزم اور کھجور تک محدود رکھنا بے عقلی کی بات ہے۔

پھر وہ منافع کیا ہیں؟ اور حج کا وہ کون سا تحفہ ہے جو حجاج اپنی طرف سے لوگوں کو دے سکتے ہیں، اور اس کی وجہ سے روئے زمین پر خیر کی باد بہاری چل سکتی ہے اور شر کا دروازہ بند ہوسکتا ہے۔

ان میں سے ایک اللہ پر توکل اور اعتماد ہے مال وزر پر نہیں، اللہ پر، روپے کتنوں کے پاس تھے، فارم بھی بہتوں نے بھرا تھا؛ لیکن جا وہی سکے، جنہیں بلایا گیا، کچھ قرعہ اندازی میں رہ گئے اور کچھ دوسرے اعذار سے پابند سلاسل ہوگئے، کئی وہ بھی تھے جو عازمین کے قافلے کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کر رہے تھے، سرمایہ نہیں، وسائل نہیں، جیب خالی، مگر حاضری کی تڑپ دل ودماغ کو بے چین کئے ہوئے، بلا انہیں بھی لیا گیا، اور کھلی آنکھوں دکھایا گیا کہ اس راہ میں وسائل کی حیثیت نہیں ہے ساری اہمیت بلاوے کی ہے۔ بندہ جب اس بات کو سمجھ لیتا ہے تو اس کے اندر اللہ پر کامل اعتماد پیدا ہو جاتا ہے، وہ خدا کے فیصلوں پر بھروسہ کرنے لگتا ہے، اور دل میں اطمینان قلب کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے، جس سے دنیا میں بھی سکون ملتا ہے اور آخرت کے راستے بھی ہموار ہوتے ہیں، اس پہلے تحفہ کے ساتھ عازمین کا سفر حج شروع ہوتا ہے، مال ودولت کی محبت نکلتی ہے تو بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی فکر بھی ہوتی ہے، جس جس کا حق دبا رکھا ہے، سب کو ادا کر دیتا ہے، بیٹی کا حق، بھائی کا حق، پڑوسیوں کے حقوق یہ اللہ پر توکل کا پہلا اثر ہوتا ہے، جو حقوق ادا نہیں ہوسکے، جو کوتاہیاں اور غلطیاں رہ گئیں اس کے لئے بندوں سے معافی مانگتا ہے اور سارے علائق دنیوی سے کنارہ کش ہو کر کفن نما دو کپڑے پہن کر اللہ کے راستے پر ہو لیتا ہے۔

عورتوں کے کفن کے پانچ کپڑے ہوتے ہیں، اس لئے انہیں ان کے کپڑوں میں ہی رکھا جاتا ہے تاکہ پردے کا اہتمام باقی رہے، اور پورے بدن اور سر ڈھکنے کی مشق پوری زندگی کے لئے ہو جائے، ورنہ آج کے دور میں رحمت کا یہ سایہ سروں سے غائب ہوتا جا رہا ہے۔ اور پہننے کے باوجود ننگے دکھنے والے کپڑوں سے بازار بھرے پڑے ہیں۔

احرام باندھا، آرائش وزیبائش کا خیال جاتا رہا، نہ خوشبو ہے، نہ میل چھڑایا جا رہا ہے، نہ بال ناخن بنائے جا رہے ہیں، دیوانگی، وارفتگی، شیفتگی میں مزہ آ رہا ہے۔ عشق حقیقی کے مراحل طے ہو رہے ہیں، سفر جاری ہے، حاجی انہیں سرمستی میں مکہ پہنچ جاتا ہے، وہاں وہ دیکھتا ہے کہ پوری دنیا سے آئے ہوئے لوگ اپنے اپنے انداز میں عبادت کر رہے ہیں کوئی ہاتھ باندھے ہوا ہے، اور کوئی بغیر باندھے ہی اللہ کے دربار میں کھڑا ہے، کوئی آمین زور سے کہہ رہا ہے، اور کوئی دھیرے، کوئی رفع یدین کر رہا ہے، اور کوئی نہیں، جنازہ میں کوئی سلام ایک ہی طرف پھیرتا ہے تو کوئی دونوں طرف، اتحاد واجتماعیت کا یہ مظہر ہمیں ہر قسم کے تعصب سے پاک ہونے کا تحفہ دیتا ہے، ذات برادری، زبان، علاقائیت، مسلک ومشرب، رنگ ونسل کی تفریق سب اس اجتماعیت میں کھو جاتے ہیں، کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر، عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی فضیلت نہیں رہتی، معیارِ فضیلت تقویٰ کھلے آنکھوں سے یہاں دکھتا ہے ایک امت اور ایک جماعت کا صرف تصور نہیں تصدیق کے مراحل طے ہوتے ہیں، قرآن نے یوں ہی اعلان نہیں کیا کہ یہ امت ایک امت ہے اسے رب کی عبادت کرنی چاہیے اور اس سے ہی لو لگانا چاہئے، اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ وَ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ پڑھتے جائیے اور غور کرتے جائیے کہ علم وحکمت کے کتنے موتی اور عمرانی تمدنی دنیا کے کتنے اسرار ورموز آپ پر کھلتے جائیں گے یہ منظر کتنا حسین ہے، کوئی اختلاف نہیں، کوئی جھگڑا نہیں، الگ الگ انداز سے عبادت کرنے والے کو حیرت کی نگاہ سے بھی کوئی نہیں دیکھتا، سب ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں، یہ لڑی کلمۂ واحدہ کی لڑی ہے، سب محمد رسول اللہ کے کلمہ پڑھنے والے ہیں، حج کا یہ منظر ہمیں بتاتا ہے کہ فروعی مسائل میں کسی طرح لڑنے کی گنجائش نہیں ہے، کسی مسلک کا ماننے والا ہو، وہ حرمین شریفین کے امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، کوئی نہیں دیکھتا کہ ہمارے امام سے ان کا طریقہ الگ ہے، یا یہ کسی امام کو مان رہے ہیں۔ اجتماعیت کا یہ وہ پیغام ہے جسے حاجی اپنے ساتھ تحفہ کے طور پر لے کر آتا ہے، یہ تحفہ اسے دوسروں تک بھی پہونچانا چاہئے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/پر)

مکہ ڈائری

مفتی محمد ثناء الھدیٰ قاسمی

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس بار حج وزیارت کے سفر کی سعادت نصیب ہوئی، اس توفیق اور سعادت میں اسباب کے درجہ میں اہلیہ کی دعا اور اس ضد کو بھی دخل رہا کہ وہ میرے ساتھ ہی حج کریں گی، اللہ رب العزت نے ایسی شکل بنائی کہ پانچ آدمی کا قافلہ بن گیا، اہلیہ، بڑا لڑکا عزیزی محمد نظر الہدیٰ قاسمی، بھتیجا وہاج الہدیٰ قاسمی اور بھابھی پر مشتمل یہ کارواں اللہ کے گھر کے لئے کولکاتا کے نیتاجی سبھاش چندر بوس انٹرنیشنل ایرپورٹ سے ۱۷/ جولائی ۲۰۱۹ء بروز سنیچر ایک بجے شب میں روانہ ہوا، ممتا بنرجی نے جو عالی شان مدینۃ الحجاج کی تعمیر کرائی ہے اور جوراجر میں واقع ہے، انجمن خدام الحجاج کے افراد ہاتھوں ہاتھ لینے کو تیار بیٹھے تھے، میرے شاگرد حافظ مہتاب عالم کے تعاون سے بعجلت تمام کاغذات کی وصولی کا کام انجام پایا، رپورٹ آن لائن کرالی گئی تھی، اس لیے کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آئی، کولکاتا پہونچنے پر مخلصین نے اس قدر دعوت کا اہتمام کیا کہ اوقات کم پڑگیے، حاجی محمد اسرار، ان کے بھائی سعید الرحمٰن، سید حاجی محمد معروف اور ان کے صاحب زادگان حاجی محمد اسماعیل حاجی محمود عالم اور ان کے اولاد واحفاد، میرے قریبی رشتہ دار حسیب بابوان کے بھائی اور صاحب زادگان، لئیق اللہ عرف حنا اور بہت سارے احباب نے عازمین کی خدمت کے لئے اپنے کو وقف کر رکھا تھا، ان میں سے کئی ایرپورٹ تک چھوڑنے بھی آئے، جہاز نے شب کے ایک بجے پرواز کیا، حج کمیٹی والوں نے کھانا فراہم کیا، انجمن خدام الحجاج کا جو کشمش اور بادام کے پیکٹ پیش کیے جو ہفتہ روز سے مکہ میں کام آ رہا ہے، جدہ ایرپورٹ پہونچنے سے قبل سعودی ایرلائنس کی فلائٹ **SV5529** میں دوبار کھانا، ناشتہ اور مشروبات پیش کیا گیا، جدہ ایرپورٹ اترنے کے بعد کئی کئی گھنٹے انتظار اور پریشانیوں کا جو تصور قائم تھا اور جسے میں بذات خود ۱۹۹۸ء اور ۲۰۰۲ء میں دیکھ چکا تھا، جس کی وجہ سے ذہن ودماغ پر ایک وحشت سی قائم تھی، اس بار ایسا کچھ نظر نہیں آیا، فجر کے وقت فلائٹ نے لینڈ کیا، پانچ منٹ میں امیگریشن سے نمٹ لیا گیا، فجر کی نماز پڑھی گئی، سامان کی تلاش میں پندرہ منٹ صرف ہوئے سارے سامان پر ہوٹل اور کمرے کی تفصیلات کا ٹیگ کولکاتہ میں ہی مل گیا تھا اور سامان پر لگا دیا گیا تھا، باہر نکلتے ہی معلم کے افراد نے بس پر چڑھا دیا، پاسپورٹ لے لیا اور مکۃ المکرّمہ کی طرف بس روانہ ہوگئی، ہم نے قیام کے لیے عزیزیہ کا انتخاب کیا تھا، اس لیے کوئی ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے سفر کے بعد اپنے ہوٹل کے مالک حاتم علی ابوالعلا منطقہ ایک، عمارت نمبر ۳ اور کمرہ نمبر ۵۰۵ میں پہونچا دیے گیے، داخل ہوتے ہی چھاتا اور معلم کی طرف سے کھانا پیش کیا گیا، چوں کہ ہمارے قافلہ میں پانچ آدمی شریک تھے اس لیے ایک کمرہ ہم لوگوں کے لیے مختص تھا، اس سے بہت عافیت محسوس ہوئی، خواتین کو بھی سہولت ہوئی۔ بھائی جان ماسٹر محمد ضیاء الہدیٰ مرحوم کے داماد مولانا قمر عالم ندوی خادم الحجاج کی حیثیت سے پہلے ہی آ چکے تھے، تھوڑی دیر بعد وہ بھی کمرہ پر آ گیے، میری رائے عمرہ بعد میں کرنے کی تھی، لیکن ان کے اصرار پر فوراً ہی حرم کا رخ کیا، طواف اور سعی وغیرہ میں وہ ساتھ رہے، ان کی وجہ سے سہولت رہی، ان کے اندر خدمت کا مزاج ہے اور میں نے انہیں خدمت کے حوالہ سے انتہائی مستعد پایا، کعبۃ اللہ کو اللہ رب العزت نے جو شرف وعظمت عطا کیا ہے، اس پر نظر پڑتے ہی انسان دنیا کو بھول جاتا ہے، دعا، گریہ زاری اور سسکیوں سے فضا معمور ہوتی ہے، اور ہر کوئی گناہوں کی مغفرت اور جنت کے حصول کا طلب گار ہوتا ہے، اپنے قافلے کی بھی کچھ یہی حالت تھی، عمرہ سے واپس لوٹا تو جناب ذکی احمد صاحب وارث نگر سمستی پور، مولانا عبید اللہ قاسمی استاذ دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ بھی خادم الحجاج کی حیثیت سے سرگرم نظر آئے، مولانا محمد شبلی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ سے بھی ملاقات ہوگئی، مولانا نور عالم رحمانی مبلغ امارت شرعیہ تو کمرے پر ملنے آئے، امارت شرعیہ کے دیگر رفقاء جناب سمیع الحق صاحب، قاضی منصور عالم صاحب وغیرہ بھی بعافیت ہیں گو ان سے ملاقات اب تک نہیں ہو سکی ہے، مختلف عمارتوں میں بیانات کا سلسلہ جاری ہے، مفتی عبید اللہ قاسمی اور مولانا شبلی قاسمی کے کئی بیانات ہو چکے ہیں، مولانا نور عالم رحمانی نے ایک بلڈنگ کی امامت اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور وہ اسے پابندی سے نبھا رہے ہیں، بیان بھی کرتے ہیں اور امارت شرعیہ کا ذکر خیر بھی جاری رہتا ہے، میرے بھی دس بیانات طے ہیں، میں نے کہہ رکھا ہے کہ جب عزیزیہ سے بسوں کا جانا بند ہو جائے گا اور ہم لوگ عزیزیہ سے حرم جانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں گے، تبھی میرا بیان ہوگا، چنانچہ گرین حلقہ میں کچھ بیانات طے ہوئے، اور عزیزیہ میں مختلف ہوٹلوں میں بھی تین بیانات رکھے گئے۔ یہ سلسلہ الحمد للہ منیٰ روانگی سے قبل تک جاری رہا، ۵/ ذی الحجہ کی رات سے بسوں کا آنا جانا بند ہو گیا۔

ہندوستانی عازمین کے لیے جو رہائش کا انتظام کیا گیا ہے، اسے سولہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، تیرہ حصہ (منطقہ) عزیزیہ میں ہے اور تین گرین میں، گرین والوں کو یہ سہولت ہے کہ وہ چاہیں تو ہر نماز مسجد حرام میں ادا کر سکتے ہیں، لیکن چلنا انہیں بھی اچھا خاصہ پڑ رہا ہے، گرین میں جو عمارتیں لی گئی ہیں، وہ معیار کے اعتبار سے انتہائی کم تر ہیں، چھوٹے چھوٹے ڈربہ نما کمرے اور کم سے کم جگہ ان عمارتوں کی خصوصیات ہیں، جن منطقوں کے راستے پہاڑی نشیب وفراز سے گذرتے ہیں، ان کے حاجیوں کو زیادہ پریشانی ہے، اس کے علاوہ بیش تر علاقوں میں کھانے کے ہوٹل نہیں ہیں، کھانا پکانے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے لمبی لمبی قطار دور جا کر ہوٹلوں میں لگانی پڑتی ہے، چند ہوٹل اچھے بھی ہیں، لیکن عمومی احوال وہی ہیں، جس کا ذکر کیا گیا ہے۔

جن لوگوں کی رہائش عزیزیہ میں ہے، انہیں حرم لانے لے جانے کے لیے بسوں کا معقول انتظام ہے، نماز کے اوقات میں آمد ورفت میں زیادہ بھیڑ ہوتی ہے اور کھڑے کھڑے ہی سفر کرنا ہوتا ہے، یہ صورت حال خواتین کے لیے زیادہ پریشان کن ہے، اس لیے زیادہ تر عازمین ایک سے دو وقت مسجد حرام میں نماز ادا کرتے ہیں اور بقیہ وقت اپنی رہائش کے جماعت خانہ میں، عزیزیہ کے منطقہ اول میں جس میں ہم لوگوں کی رہائش ہے، مسجد بن مصطفیٰ ہے، لیکن وہ دور ہے، دھوپ کی تمازت میں ظہر اور عصر کے وقت وہاں جانا دشوار معلوم ہوتا ہے، ہر بلڈنگ میں جماعت خانہ ہے اور تربیتی نظام بھی جاری ہے، میرے دوست اشرف خان جو جامعہ ملیہ کے فائن آرٹ ہیں، اپنی بہن اور بہنوئی کے ساتھ تشریف لائے ہیں، یہاں بھی تبلیغی معمولات میں لگے رہتے ہیں، خصوصی ملاقات میں اچھا خاصہ وقت صرف کرتے ہیں، ایک دن مجھ سے بھی ملاقات کے لیے آ گیے تھے۔

عزیزیہ کے منطقہ اول میں عازمین کی رہائش کے لیے پینسٹھ بلڈنگیں مختص ہیں، دوسرے منطقوں کے بارے میں میری معلومات یقینی نہیں ہے، یہاں سے عازمین کو مسجد حرام لے جانے کے لیے بتیس بسیں ہیں، جن میں سواری بھرے یا نہ بھرے ہر دو منٹ پر ایک نمبر بس اسٹینڈ سے کھل جاتی ہیں اور محطۂ شعب عامر تک پہونچاتی ہیں، یہ بسیں ڈائرکٹ ہیں، شعب عامر بس اسٹینڈ سے نکل کر کچھ دور چل کر مروہ کی طرف سے مسجد حرام میں داخلہ آسان ہوتا ہے، لیکن بھیڑ کو کنٹرول کرنے کے لئے دروازے بند ہوتے ہیں تو باب اسماعیل یا باب ملک عبد العزیز سے داخلہ ممکن ہوتا ہے، اور نیچے کی منزلیں بھری ہوں تو الکٹرونک سیڑھیاں سیدھے مسجد حرام کی چھت تک پہونچا دیتی ہیں اور کبھی کبھی طواف اوپر یا دوسری منزل سے کرنا پڑ جاتا ہے، جس میں کم وبیش پونے دو گھنٹے لگ جاتے ہیں، بقول مولانا محمد شبلی قاسمی اتنی دیر میں تو تین طواف نیچے سے کیا جا سکتا ہے، اس وجہ سے بہت سے لوگ اوپر سے طواف کی ہمت نہیں کرتے اور ذکر اللہ نیز تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے ہیں۔ عزیزیہ کے کئی منطقے ایسے ہیں، جہاں سے مسجد حرام جانے کے لیے بسیں بدلنی ہوتی ہیں، ایک بس گرین تک لے جاتی ہے اور دوسری بس حرم شریف کے قریب بس اسٹینڈوں پر، منطقہ میں ہندوستان کی طرف سے دواخانہ قائم ہے جس میں عورتوں کے لیے عورت اور مردوں کے لیے مرد معالج بیٹھتے ہیں، لیکن ڈاکٹروں کی تعداد کم ہے، اس لیے دواخانوں میں لمبی لائن لگی ہوتی ہے اور وہاں اچھا خاصہ وقت صرف ہوتا ہے، ہمارے منطقہ میں سامان گم ہونے کی شکل میں شکایت درج کرانے اور سامان کی واپسی کا بھی دفتر قائم ہے، جو عملہ مامور ہے وہ مستعد ہے اور ابھی تک تکان نے ان کو مغلوب نہیں کیا ہے، کل ملا کر انتظامات اچھے ہیں اور لائق شکر ہیں، کبھی کبھی شکر کے ساتھ صبر کو بھی جوڑنا پڑتا ہے۔

معلم حضرات نے منیٰ جانے کی تیاری شروع کر دی ہے، پروگرام کے مطابق ہر معلم کے آدھے حاجی بس سے اور آدھے میٹرو سے سفر کریں گے، کس کس کا سفر کس طرح ہوگا ابھی اس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے، یہ سطریں آپ تک جب پہونچیں گی، ہم لوگ انشاء اللہ حج کے ارکان کی ادائیگی میں مشغول ہوں گے۔ اب تک بہار کے کسی عازم کے انتقال کی خبر ہم تک نہیں پہونچی ہے البتہ یوپی کی ایک خاتون کا چند روز قبل انتقال ہوا تھا، انتقال کے بعد میت کو پہلے ہوسپٹل لے جایا جاتا ہے تا کہ اس کے موت کی تصدیق کے ساتھ انتقال کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کیا جا سکے، متعلقین کو قونصلیٹ لے جا کر ضابطہ کی کارروائی مکمل کرائی جاتی ہے، پھر جسد خاکی اس شعبہ کو سونپ دیا جاتا ہے جو جنازہ کی تجہیز وتکفین پر مامور ہوتا ہے، وہ بعجلت تمام جنازہ تیار کر کے مسجد حرام لے آتا ہے اور فرض نماز کے بعد امام صاحب جنازہ کی نماز پڑھاتے ہیں، اس شعبہ کے لوگ اسے لے جا کر قبرستان میں دفن کر دیتے ہیں، مرحوم یا مرحومہ کے لاحقین میں چند لوگوں کو اس میں شرکت کی اجازت ہوتی ہے، جنازہ کا اعلان عمومی ہوتا ہے، البتہ اگر جنازہ بچے کا ہے تو الطفل کہہ کر اس کا بھی اعلان کیا جاتا ہے، اگر جنازہ شاہی خاندان کا ہے یا کسی بڑے وزیر اور عالم کا ہو تو نام لے کر اس کا ذکر کیا جاتا ہے، چنانچہ ۲۹/ جولائی کو جب شاہ سلمان کے بڑے بھائی بندر بن عبد العزیز کا جنازہ آیا تو پہلے ان کے جنازہ کی نماز ہوئی اور مکبر نے ان کے نام کے ساتھ اعلان کیا اور اسی وقت دوسری نماز جنازہ دوسرے مرحومین کی پڑھی گئی، میں خود بھی اس جنازہ میں شریک تھا۔

مسجد حرام کی توسیع کا کام حسب سابق جاری ہے، باب ملک عبد العزیز اور باب ملک فہد کی طرف خاصی توسیع ہوئی ہے، طواف کرنے والوں کے لیے مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ کے طرز پر چھاتا کی طرح کی چھت بھی زیر غور ہے، واقعہ یہ ہے کہ خادم الحرمین الشریفین نے جو عازمین کے لیے آرام وآسائش کا نظم کر رکھا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، پندرہ ہزار سے زائد خدام پورے نظام کو کنٹرول کرتے ہیں، جن میں ہر شعبہ کے لوگ ہیں، حاجیوں کو غلط جگہ پر بیٹھ جانے اور نہ اٹھنے پر بھی وہ بے قابو نہیں ہوتے، عورتوں کے مردوں کے ساتھ بیٹھ جانے پر پوری نرمی اور خواتین کی عزت کی برقراری کے ساتھ وہ ان کو ان کے لیے مختص جگہ پر پہونچاتے ہیں، زمزم اور قرآن کریم اس کثرت سے فراہم ہیں کہ کسی کو کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے جو پریشانی ہوتی ہے وہ اصول وضابطہ کی ان دیکھی کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، ضابطوں کا خیال رکھا جائے تو بھیڑ بھاڑ کے باوجود انسان پریشانیوں سے بچ سکتا ہے۔

۸/ ذی الحجہ کو ہم لوگ مکہ سے علی الصباح عزیزیہ اپنی قیام گاہ پہونچا دیئے گئے ابو اسہر کمپنی کی بسوں میں بٹھا کر ہمیں منیٰ لایا گیا، ۷/ ذی الحجہ کو عصر بعد سے ہی معلم کے کارندوں نے تیار ہونے کی رٹ لگائی، اندازہ تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد لے جائیں گے چنانچہ عشا کی نماز کے بعد بلڈنگ نمبر ۳ کے اکثر حجاج احرام باندھ چکے تھے، مجھے اندازہ تھا کہ تاخیر ہوگی اس لئے ہمارے قافلہ کے افراد نے احرام نہیں باندھا اور اطمینان سے کمرے میں سوتے رہے، ڈھائی بجے شب میں ہمیں بتایا گیا کہ آدھے گھنٹے میں بس آنے والی ہے، ہم لوگ غسل پہلے ہی کر چکے تھے، بقیہ نماز اور کپڑے بدل کر احرام کی نیت کر لیا اور تلبیہ پڑھا کمرے سے اتر کر نیچے آ گئے لیکن بسوں کا اب بھی پتہ نہیں تھا، ساڑھے تین بجے صبح میں بس آئی اور ہم لوگ اس پر سوار ہو گئے، ہم لوگ جس معلم کے سپرد کئے گئے ہیں اس کا نام معتصم محمود عبد اللہ میر عالم ہے، مکتب نمبر ۲۶ ہے، ۱۹۸۹ء میں پہلی بار جب حج کو آیا تھا تو یہی مکتب نمبر تھا، البتہ معلم کا نام دوسرا تھا، ہوسکتا ہے یہ انجینئر معتصم محمود ان کے صاحب زادہ ہوں، اور وراثت میں یہ خدمت ان کے ذمہ آئی ہو، معلم سے ملاقات نہیں ہوتی ہے لیکن اس کی کارکردگی کا اندازہ اس کے کارندوں سے ہوتی ہے، کارندے انتہائی مستعد نظر آئے، اس سے قبل جب عزیزیہ سے حرم شریف جانے والی بسیں بند ہوگئیں اور ۵/ ذی الحجہ کی رات ۸/ بجے سے سرکاری طور پر اعلان ہو گیا تو مسجد حرام میں داخلہ اور نفلی طواف کی سعادت سے محرومی بہت کھلی، لیکن مختلف بلڈنگ کے خادم الحجاج نے ان اوقات کے استعمال کے لئے ہر نماز کے بعد میرا بیان طے کر دیا۔ گرمی کی تمازت کی وجہ سے نماز اور طواف کے علاوہ سفر ممکن نہیں ہو رہا ہے، خواہش ہے کہ شیخ بن باز کے مکتبہ اور جمعیۃ خیریہ میں بعض لوگوں سے ملاقات کے لیے جاؤں، رابطہ عالم اسلامی کے دفتر بھی جانا چاہتا ہوں، لیکن حج کے قبل اپنے کو زیادہ تھکانا نہیں چاہتا، حج کے بعد انشاء اللہ کوشش کروں گا، جانا ہوا تو اس کی روداد اگلے شمارہ میں آپ پڑھ سکیں گے۔ **(جاری)**

حجۃ الوداع کے خطبات رسول

عبد الباسط ندوی المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ میں پہلا و آخری حج فرمایا، مسلمانوں میں اس کا عام اعلان کرادیا گیا تھا، آپ ﷺ کے ہمراہ حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے مسلمان ہر چہار جانب سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے، آپ ﷺ نے اس موقعہ سے جگہ جگہ مکہ، عرفات، منی وغیرہ میں لوگوں کو ہدایات دیں، انہیں خطاب فرمایا، اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کیا، حج کے ارکان بتائے۔ دین کی اہم اور بنیادی باتوں کی تعلیم دی، معاشرہ وسماج اور آپسی تعلقات کی اصلاح کے سلسلہ میں رہنما اصول بیان فرمائے، حقوق اللہ وحقوق العباد کی دائیگی پر توجہ دلائی اور دنیا وآخرت میں کامیابی کے راز بتائے، اس لئے ان خطبات کی حیثیت ایک رہنما دستور اور دستاویز کی ہے، ان خطبات میں دین کا گویا ایک طرح سے خلاصہ اور نچوڑ پیش کردیا گیا ہے، جن پر چل کر اور جن کو اختیار کر کے مسلمان دنیا وآخرت کی سرخروئی حاصل کرسکتے ہیں، ذیل میں انہیں خطبات کو ان کی اہمیت کے پیش نظر جمع کرنے اور وضاحت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یوم عرفہ کا خطبہ

۹/ذی الحجہ کو عرفہ کے دن نماز ظہر سے قبل میدان عرفات میں آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں (یعنی ناحق کسی کا خون کرنا اور ناجائز طریقہ پر کسی کا مال لینا تمہارے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے) بالکل اسی طرح جس طرح کہ آج عرفہ کے دن ذی الحجہ کے اس مبارک مہینہ میں، اپنے اس مقدس شہر مکہ میں (تم ناحق کسی کا خون کرنا اور کسی کا مال لینا حرام جانتے ہو) خوب ذہن نشین کرلو کہ جاہلیت (یعنی اسلام کی روشنی کے دور سے پہلے تاریکی اور گمراہی کے زمانہ) کی ساری چیزیں میرے دونوں قدموں کے نیچے دفن اور پامال ہیں (میں اس کے خاتمہ اور منسوخی کا اعلان کرتا ہوں) اور زمانہ جاہلیت کے خون بھی ختم ہیں معاف ہیں (یعنی اب کوئی مسلمان زمانہ جاہلیت کے کسی خون کا بدلہ نہیں لے گا) اور سب سے پہلے میں اپنے گھرانہ کے خون ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے فرزند کے خون کے ختم اور معاف کیے جانے کا اعلان کرتا ہوں، جس نے بنی سعد میں پرورش پائی اور ان کو قبیلہ ہذیل کے آدمیوں نے قتل کردیا تھا (ہذیل سے اس خون کا بدلہ لینا ابھی باقی تھا لیکن اب میں اپنے خاندان کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ اب یہ قصہ ختم ہوگیا، بدلہ نہیں لیا جائے گا) اور زمانہ جاہلیت کے سارے سودی مطالبات (جو کسی کے ذمہ باقی ہیں وہ سب بھی) ختم اور سوخت ہیں (اب کوئی مسلمان کسی سے اپنا سودی مطالبہ وصول نہیں کرے گا) اور اس باب میں بھی سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات کے ختم اور سوخت ہونے کا اعلان کرتا ہوں (اب وہ کسی سے اپنا سودی مطالبہ وصول نہیں کریں گے) ان کے سارے سودی مطالبات ختم کردیے گئے۔ اور اے لوگو! عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں خدا سے ڈرو، اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے حکم اور اس کے قانون سے ان کے ساتھ تمتع تمہارے لیے حلال ہوا ہے، اور تمہارا خاص حق ان پر یہ ہے کہ جس آدمی کا گھر میں آنا اور تمہاری جگہ اور تمہارے بستر پر بیٹھنا تم کو پسند نہ ہو وہ اس کو اس کا موقع نہ دیں۔ لیکن اگر وہ غلطی کریں (اور تم تنبیہ اور آئندہ سدباب کے لیے اگر کچھ سزا دینا مناسب اور مفید سمجھو) تو ان کو کوئی خفیف سی سزا دے سکتے ہو۔ اور ان کا خاص حق تم پر یہ ہے کہ اپنے مقدور اور حیثیت کے مطابق ان کے کھانے پہننے کا بندوبست کرو۔ اور تمہارے لیے وہ سامان ہدایت چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس سے وابستہ رہے اور اس کی پیروی کرتے رہے تو پھر کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ ہے "کتاب اللہ"۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالی کی طرف سے تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا (کہ میں نے تم کو اللہ کی ہدایت اور اس کے احکام پہنچائے یا نہیں)۔ تو بتاؤ کہ وہاں تم کیا کہوگے اور کیا جواب دوگے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں (اور قیامت کے دن بھی گواہی دیں گے) کہ آپ نے اللہ تعالی کا پیغام اور اس کے احکام ہم کو پہنچادیے اور رہنمائی اور تبلیغ کا حق ادا کردیا اور نصیحت وخیرخواہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اس پر آپ ﷺ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے اور لوگوں کے مجمع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین دفعہ فرمایا: **اللھم اشھد، اللھم اشھد، اللھم اشھد** اے اللہ! تو گواہ رہ کہ میں نے تیرا پیام اور تیرے احکام تیرے بندوں تک پہونچادیئے اور تیرے یہ بندے اقرار کررہے ہیں۔

یوم النحر کا خطبہ

آپ ﷺ نے دسویں ذی الحجہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: حضرت ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حجۃ الوداع) میں دسویں ذی الحجہ کو خطبہ دیا جس میں فرمایا: تم لوگ جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ ﷺ اس کا کچھ اور نام تجویز فرمائیں گے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: بتاؤ یہ کون مہینہ ہے؟ ہم نے عرض کیا: بے شک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی زیادہ علم ہے۔ اس کے بعد کچھ دیر آپ ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ ﷺ اس مہینہ کا کوئی اور نام مقرر کریں گے (لیکن) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا؛ بے شک یہ ذی الحجہ ہی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: بتلاؤ یہ کون شہر ہے؟ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ؛ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی زیادہ علم ہے۔ آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ ﷺ اس شہر کا کوئی اور نام مقرر کریں گے، (لیکن) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ بلد حرام نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا بے شک ایسا ہی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے خون اور تمہارے اموال حرام ہیں تم پر (یعنی کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ناحق کسی کا خون کرے، یا ناحق کسی کا مال لے۔ یہ سب تم پر حرام ہیں جیسا کہ آج کے مبارک اور مقدس دن میں خاص اس مہینہ اور اس شہر میں تم کسی کی جان لینا یا اس کا مال لینا حرام سمجھتے ہو (بالکل اسی طرح یہ باتیں تمہارے واسطے حرام ہیں) یہاں تک کہ تم اپنے پروردگار سے جاملو، (یعنی قیامت تک ہمیشہ کے لیے حرام ہیں)۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے اللہ کا پیام پہنچادیا؟ سبھوں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہ، (اس کے بعد آپ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا) جو لوگ یہاں حاضر اور موجود ہیں (اور انہوں نے میری بات سنی ہے) وہ ان لوگوں کو پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں بہت سے وہ لوگ جن کو کسی سننے والے سے بات پہونچتی ہے اس سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں (اور اس علم کی امانت کا حق ان سے زیادہ ادا کرتے ہیں۔) دیکھو میں خبردار کرتا ہوں کہ تم میرے بعد ایسے کافر وگمراہ نہ ہوجانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں۔

ایام تشریق کے خطبے

ایام تشریق کے وسط میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے رسول اللہ ﷺ کے خطبہ کو ایام تشریق کے دوران سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر فوقیت نہیں، نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے، اور نہ گورے کو کالے پر فضیلت ہے اور نہ کالے کو گورے پر فضیلت ہے، مگر تقوی پر فضیلت کا مدار ہے، کیا میں نے اللہ تعالی کے احکام اور پیغام تم لوگوں تک پہنچادیا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ نے پہنچادیا۔

ایک دوسری روایت حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، اور حجۃ الوداع کے دن آپ ﷺ کے منبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: "اے لوگو! ہم نے تم (سب) کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنادیا ہے، کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک تم میں سے پرہیزگارتر اللہ کے نزدیک معززتر ہے" کسی عربی کو عجمی پر، نہ کسی عجمی کو عربی پر، اور نہ کسی سفید کو سیاہ پر، نہ کسی سیاہ کو سفید پر فضیلت حاصل ہے، ہاں تقوی فضیلت کا مدار ہے، اے قریشیو! ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن اپنی گردنوں پر دنیا اٹھائے لیے چلے آؤ، اور لوگ آخرت لے کر آئیں، میں اللہ کے مقابلے تمہارے کچھ بھی کام نہیں آؤں گا۔

مزید اضافہ اور تفصیل کے ساتھ ایام تشریق کے دوران آپ ﷺ کا خطبہ حضرت ابوحرہ رقاشی کے چچا سے اس طرح مروی ہے: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا مہینہ اور کونسا دن ہے؟ اور تم کس شہر میں ہو؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ دن بڑا با حرمت، اور یہ مہینہ بڑا قابل احترام ہے، اور یہ شہر حرمت والا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزتیں اسی طرح قیامت تک حرام ہیں جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر ہے، پھر فرمایا: سنو مجھ سے وہ باتیں سنو جس سے تم صحیح زندگی گزار سکو گے خبردار! ظلم نہ کرنا، خبردار ظلم نہ کرنا، خبردار ظلم نہ کرنا، کسی شخص کے مال میں سے کچھ لینا جائز نہیں، ہاں اگر وہ راضی ہو (تو کوئی حرج نہیں) ہر خون، مال اور خاندانی مفاخر جو جاہلیت سے چلا آرہا تھا تا قیامت وہ باطل ہے، اور سب سے پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے، وہ ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا خون ہے، جو بنی لیث میں زیر پرورش (شیرخوار) تھا، اور ہذیل نے اس کو قتل کردیا تھا، جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کردئے گئے، اور اللہ تعالی نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ جو سب سے پہلا سود باطل کیا جائے، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، تمہارا راس المال تمہارے لئے محفوظ ہے اس میں نہ تم کسی پر ظلم کروگے اور نہ تمہارے اوپر ظلم کیا جائے گا، ابتدا میں اللہ نے جب آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا زمانہ پھر پھرا کر آج اسی نقطہ پر آگیا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "بے شک مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک بارہ ہی مہینے ہیں کتاب الہی میں (اس روز سے) جس روز کہ اس نے آسمان اور زمین پیدا کئے، اور ان میں سے چار (مہینے) حرمت والے ہیں، یہی دین مستقیم ہے سو تم ان (مہینوں) کے باب میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو" (التوبہ: ۳۶) ہاں! میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، اور ہاں! شیطان بھی اس سے مایوس ہوچکا ہے کہ نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں، لیکن وہ تمہارے درمیان رخنہ اندازی کرے گا، عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ وہ تمہاری ماتحتی میں ہیں، وہ اپنے لیے خود کوئی اختیار نہیں رکھتیں، اور ان کا تم پر حق ہے، اور تمہارا ان پر کہ وہ تمہارے علاوہ تمہارے بستر پر کسی کو آنے نہ دین اور نہ ایسے شخص کو تمہارے گھر آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو، اور اگر تمہیں ان کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو انہیں نصیحت کرو، اور ان کو ان کی خوابگاہوں میں چھوڑ دو (اپنے ساتھ مت سلاؤ) اور (اصلاح کی غرض سے) ہلکی پھلکی مار بھی مار سکتے ہو اور انہیں کھانے کپڑے کا حق معروف طریقے پر حاصل ہے، تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے، اور ان کے ناموس کو اللہ کے نام سے حلال کیا ہے، آگاہ ہوجاؤ جس کے پاس کوئی امانت ہو وہ صاحب امانت کو واپس کردے، اتنا فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور فرمایا کہ کیا میں نے پیغام پہنچادیا؟ کیا میں نے پیغام پہنچادیا؟ کیا میں نے پیغام پہنچادیا؟ پھر فرمایا جو حاضر ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک یہ بات پہنچادیں کیونکہ بہت سے غیر حاضر جن تک بات پہونچائی جاتی ہے راست سننے والوں سے زیادہ خوش بخت ہوتے ہیں۔

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع سے قربانی کے دنوں میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! کیا آج محترم دن نہیں ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے آپس میں ایک دوسرے کا خون قیامت تک کے لئے آج کے دن کی حرمت کی طرح حرام ہے، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مسلم کون ہے؟ مسلم وہ ہے جس کی زبان وہاتھ کے شر سے مسلمان محفوظ رہیں، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مومن کون ہے؟ جس سے مسلمان اپنی جان ومال کو محفوظ سمجھیں، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مہاجر کون ہے؟ جو گناہوں کو چھوڑ دے، مومن آج کے دن کی حرمت کی طرح ایک دوسرے پر حرام ہے، اس کا گوشت اس پر حرام ہے کہ اس کی غیبت کرکے اس کا گوشت کھائے، (قرآن کریم میں غیبت کرنے کو اپنے مردار بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے) اس کی عزت اس پر حرام ہے کہ اس کی پردہ دری کرے، اس کا چہرہ اس پر حرام ہے کہ اس پر طمانچہ مارے، اس کا خون اس پر حرام ہے کہ ناحق اس کو بہائے، اس کا مال اس پر حرام ہے کہ ظلما اس سے لے لے، اس کو کسی طرح کی تکلیف دینا اس پر حرام ہے، یہ بھی حرام ہے کہ اسے زور سے دھکا دے۔

تشدد کے نقصانات

مولانا انیس الرحمن قاسمی ناظم امارت شرعیہ

انسان کی انسانیت یہ ہے کہ اس کا جسم و جان، مال و دولت اور عزت و آبرو محفوظ رہے، اگر کوئی شخص ان تینوں میں سے کسی ایک چیز پر حملہ کردے تو اس سے بدلہ لیا جائے اور اگر وہ خود بدلہ نہ لے سکے تو اس کو بدلہ دلایا جائے؛ اس لیے اگر انسانی سماج کو کوئی ایسا نظام دیا جائے، جس میں انسانی فطرت کے ان دونوں پہلوؤں کی رعایت کی گئی ہو تو وہ نظام تو کامیابی سے چل سکتا ہے؛ لیکن اگر کوئی ایسا نظام بنایا جائے، جس میں ان دونوں میں سے کسی ایک بھی پہلو کو چھوڑ دیا گیا ہو تو وہ نظام فیل ہو جائے گا اور کسی قیمت پر نہیں چل سکے گا۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے؛ اس لیے اس نے انسانی فطرت کے ان دونوں پہلوؤں کی پوری پوری رعایت کی ہے؛ یعنی آپ پہلے پہلو کو لیجیے تو اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ کوئی شخص کسی کی جان یا مال یا آبرو پر حملہ کرے؛ بلکہ اسلام نے نہایت سختی سے اس کی ممانعت کی ہے اور اسے بہت ہی برا اور گھناؤنا جرم قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں اصول یہ بیان کیا گیا ہے: ﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا﴾ (سورۃ المائدۃ: ۳۲) (ترجمہ) ''یہی وجہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل پر فرض کر دیا کہ جس نے کسی ایک جان کو بھی قتل کر دیا اور ایسا نہ تو کسی جان کے بدلہ لینے کے لیے کیا اور نہ زمین میں پھیلے ہوئے فساد سے نمٹنے کے لئے کیا تو اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک جان کو زندہ بچا لیا تو اس نے گویا سارے انسانوں کو زندہ بچا لیا۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی ایک بھی آدمی کو قتل کر دے تو وہ اتنا بڑا مجرم ہے کہ گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کر دیا؛ کیوں کہ اس نے انسان کے قتل کا دروازہ کھولا۔ اسی طرح اسلام میں دوسرے کا مال کھانا بھی سخت حرام ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جائداد کا مقدمہ آیا، آپ نے مقدمہ سننے کے بعد دونوں فریق کو سمجھایا کہ: ''دیکھو میں بھی انسان ہوں ہو سکتا ہے کہ کسی کے زور بیان کی وجہ سے اس کو ڈگری دے دوں اور حقیقت میں مال اس کا نہ ہو تو پھر سن لو کہ یہ آگ کا ٹکڑا ہے، چاہے تو اسے لے لے اور چاہے تو اسے چھوڑ دے۔'' (صحیح البخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کورٹ سے ڈگری بھی مل جائے تب بھی دوسرے کا مال کھانا اسلام کی نظر میں حرام اور نہایت ہی خطرناک جرم ہے۔ ایسا آدمی اس دنیا میں اگر بچ بھی جائے تو اس دنیا میں نہیں بچ سکتا۔ آدمی کی عزت و آبرو کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، ایک مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چند آدمیوں کے ساتھ جا رہے تھے، پیچھے دو آدمیوں نے آپس میں باتیں کرتے کرتے ایک آدمی کو جو ایک سزا میں مارا گیا تھا، کتا کہہ دیا، روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں دونوں میں سے کسی ایک کی یہ آواز پڑ گئی، جو وہ دوسرے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ جس پر اللہ نے پردہ ڈال دیا تھا، اس نے اپنی جان کو نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ کتے کی مثل رجم نہ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، تھوڑی دور گئے تو دیکھا کہ ایک گدھا مرا پڑا ہے اور اتنا پھول گیا ہے کہ ٹانگیں تن گئی ہیں، آپ نے ان دونوں کو بلایا اور کہا کہ جاؤ، اس گدھے کا گوشت کھاؤ، وہ دونوں ہکا بکا رہ گئے کہ آخر ہم سے کیا جرم ہو گیا اور عرض کیا کہ اس سڑھے ہوئے گدھے کا گوشت کون کھائے گا؟ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ابھی تم دونوں نے ایک آدمی کو جو کتا کہا تو وہ اس سڑے ہوئے گدھے کی لاش کھانے سے بھی زیادہ برا تھا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، وہ جنت کے نہروں سے سیراب ہو رہا ہے۔'' (سنن أبی داؤد)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کسی کی عزت پر داغ لگانا اسلام میں کتنا بڑا جرم و معصیت ہے، جبکہ وہ صحابی دار فانی کو رخصت ہو چکے ہیں، معلوم ہوا کہ زندہ شخص کی عزت و آبرو پر داغ لگانا بڑا قبیح عمل ہے۔ اسلام میں کسی کی جان یا مال یا آبرو پر حملہ کرنے کی قطعاً اجازت اور گنجائش نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''مسلمان کے لیے مسلمان کا خون، مال اور عزت و آبرو سے کھلواڑ کرنا حرام ہے۔'' (مسلم شریف)

لیکن اگر کوئی آدمی اس ممانعت کے باوجود کسی کی جان، یا مال، یا آبرو پر حملہ کر بیٹھے تو اسلامی حکم یہ ہے کہ حملہ آور کو ایسی سزا دی جائے کہ مظلوم کو پورا پورا بدلہ مل جائے؛ لیکن حملہ کرنے والے پر ظلم بھی نہ ہو؛ یعنی اس نے جتنا بڑا جرم کیا ہے، اس سے بڑی سزا نہ دی جائے، اس بارے میں یہ بھی طے کر دیا گیا ہے کہ عدالت اور کورٹ کو، یا ملک کے سربراہ کو اس بات کا کوئی اختیار نہ ہوگا کہ ایسے مجرم کی سزا معاف کر دیں، یا کم کر دیں؛ بلکہ یہ اختیار صرف ان لوگوں کو ہوگا، جن پر حملہ اور ظلم کیا گیا ہو۔ جرائم کے سلسلہ میں اسلامی ہدایات موجود ہیں، قاتل نے اگر جان بوجھ کر قتل کیا ہے تو اسے بھی قتل کر دیا جائے اور اگر غلطی سے قتل کیا ہے تو اس پر بھاری مالی تاوان لگایا جائے اور تاوان مقتول کے گھر والوں کو دیا جائے۔ اگر کسی نے کسی پر حملہ کیا ہے تو حملہ آور نے جیسی چوٹ لگائی ہے، اسے بھی ویسی ہی چوٹ لگائی جائے، یا چوٹ کی نوعیت کے لحاظ سے کڑا مالی تاوان لگایا جائے، کسی نے کسی کا مال چوری کیا ہے تو کچھ خاص شرطیں پوری ہونے کی صورت میں چور کا ہاتھ کاٹ لیا جائے، ورنہ جج اپنی صوابدید سے مناسب سزا دے اور مال برآمد ہو جائے تو اسے اصل مالک کے حوالے کر دیا جائے، اسی طرح کسی نے کسی کی عزت پر داغ لگایا ہے تو ملزم کی حالت کا اندازہ کر کے جج کوئی ایسی سزا دے کہ ملزم آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔ اگر کوئی شخص کسی بدمعاش یا ڈکیت سے اپنی جان، یا مال، یا آبرو کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے تو وہ مظلوم ہے؛ لیکن اگر وہ خود حملہ آور کو مار ڈالے تو ظالم نہیں ہے، لہٰذا اس سے بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرام ہے: ''جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے، وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل وعیال، یا اپنی جان بچانے میں مارا جائے، وہ شہید ہے، جو اپنا دین بچانے میں مارا جائے، وہ شہید ہے۔'' (سنن ابی داؤد)

اور ایک بار ایک آدمی نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ''اے اللہ کے رسول! یہ بتائیے کہ اگر کوئی آدمی آکر میرا مال چھیننے لگے؟ آپ نے فرمایا: اسے اپنا مال نہ دو، اس نے کہا اگر وہ مجھ سے لڑائی کر بیٹھے؟ آپ نے فرمایا: تم بھی اس سے لڑ جاؤ، اس نے کہا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا تم شہید ہو گئے، اس نے کہا: اگر میں اسے قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم میں جائے گا۔'' (مسلم شریف)

حاصل کلام یہ ہے کہ اپنا بچاؤ کرنا ہر شخص کا حق ہے، اگر بچاؤ کرنے والا خود مارا گیا تو مظلوم ہے اور حملہ آور سے اس کا بدلہ لیا جائے گا؛ لیکن اگر حملہ آور مارا گیا وہ ظالم تھا؛ اس لیے اس کا خون رائیگاں جائے گا اور بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ (بقیہ صفحہ ۱۰؍ پر)

ہندوستانی شہری کسے کہتے ہیں

فیضان مصطفی (انڈین ایکسپریس ۲۲؍اگست ۲۰۱۹ء) ترجمہ: محمد عادل فریدی

اس وقت جب کہ آسام میں نیشنل رجسٹر آف سٹیزن (این آرسی) اشاعت کے آخری مرحلہ میں ہے، پورے ملک میں شہریت کا مسئلہ سب سے زیادہ گفتگو کا مرکز بنا ہوا ہے۔ آسام کی حکومت ان لوگوں کے کے خلاف مختلف اقدامات کر رہی ہے، جو لوگ این آرسی سے باہر رہ گئے ہیں، جب کہ سپریم کورٹ نے گذشتہ ہفتے ایک درخواست کو خارج کیا ہے جس میں گذارش کی گئی تھی کہ جو لوگ ۲۴؍ مارچ ۱۹۷۱ء کے بعد اور یکم جولائی ۱۹۸۷ء سے قبل کی مدت میں پیدا ہوئے ہیں انہیں صرف اسی صورت میں این آرسی میں شامل کیا جائے جب ان کا آبائی تعلق ہندوستان سے ہو۔ ہندوستان کی کسی بھی دوسری ریاست میں ایسے لوگ پیدائیشی طور پر ہندوستان کے شہری ہوں گے، لیکن آسام میں قانون تھوڑا الگ ہے۔

شہریت کی تعیین کیسے کی جائے گی؟ شہریت ریاست اور فرد کے درمیان کے تعلق کو ظاہر کرتی ہے، اس کا نقطۂ آغاز اور اختتام قانون اور ریاست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہریت سے اخراج کا تعلق ریاست سے ہوتا ہے نہ کہ فرد سے یعنی کہ غیر شہری کو شہریوں کی فہرست سے خارج کرنے کا کام ریاست کے ذمہ ہے۔ کسی فرد کو شہریت دینے کے لیے دو مشہور و معروف بنیادی نظریات ہیں۔ ایک نظریہ کا نام جس سولی (Jus Soli) ہے، جس سولی سسٹم میں شہریت جائے پیدائش کی بنیاد پر دی جاتی ہے (یعنی جو شخص جہاں پیدا ہوا وہ وہاں کا شہری ہے)۔ دوسرا نظریہ جس سینگوینس (Jus sanguinis) کہلاتا ہے، جس کا مطلب ہے ''خون کا حق''، اس سسٹم میں شہریت خون کے رشتہ کی بنیاد پر دی جاتی ہے (یعنی اس سسٹم میں جس شخص کا خونی رشتہ کسی سرزمین سے ہو یعنی اس کے آباء واجداد اس سرزمین کے شہری ہوں تب ہی اس کو وہاں کی شہریت دی جائے گی) ۱۹۲۸ء میں جس وقت موتی لال نہرو کمیٹی بنی تھی اس وقت ہندوستان کے رہنماؤں کی فکر جس سولی (Jus Soli) سسٹم کے حق میں تھی اور نسل کی بنیاد پر شہریت دینے کے جس سینگوینس (Jus sanguinis) نظریہ کو ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی نے رد کر دیا، کیوں کہ یہ نظریہ ہندوستانی تہذیب واخلاق کے خلاف تھا۔ شہریت کے مسئلہ کو آئین کے تحت مرکز کی لسٹ میں شامل کیا گیا، اس طرح یہ پارلیامنٹ کے خصوصی دائرہ اختیار میں شامل ہوا۔ آئین ہند میں شہری کی تعریف تو نہیں کی گئی ہے لیکن دفعہ ۵؍ سے دفعہ ۱۱؍ تک مختلف نوعیّتوں کے لوگوں کی تفصیل دی گئی ہے جو کہ شہریت حاصل کرنے کے حقدار ہیں۔ آئین کی دیگر دفعات کے برخلاف شہریت سے متعلق دفعات کا نفاذ ۲۶؍ نومبر ۱۹۴۹ء سے ہوا یعنی اسی روز سے جس دن آئین ساز اسمبلی نے آئین ہند کو منظور کیا۔ جب کہ آئین کی دیگر دفعات ۲۶؍ جنوری ۱۹۵۰ء سے نافذ العمل ہوئیں۔ مزید برآں دفعہ ۱۱؍ نے پارلیامنٹ کو شہریت کے تعلق سے وسیع تر اختیارات دے دیے ہیں؛ آئین کے الفاظ یہ ہیں: ''اس حصہ کی مندرجہ بالا توضیعات میں سے کسی امر سے شہریت حاصل کرنے اور اس کو ختم کرنے اور شہریت سے متعلق تمام دیگر امور کے بارے میں کوئی توضیع کرنے کی بابت پارلیامنٹ کا اختیار کم نہ ہوگا۔'' چنانچہ آئین کی اس دفعہ سے ملے اختیارات کی بنیاد پر پارلیامنٹ آئین میں موجود شہریت کے ضابطوں کے خلاف بھی فیصلہ کر سکتی ہے۔

اس کے بعد ۱۹۵۵ء میں سٹیزن شپ ایکٹ پاس ہوا، جس میں وقتاً فوقتاً چار مرتبہ ترمیمات ہوئیں؛ پہلی ترمیم ۱۹۸۶ء میں دوسری ۲۰۰۳ء میں پھر ۲۰۰۵ء میں اور آخری ترمیم ۲۰۱۵ء میں ہوئی ہے۔ شہریت کا یہ قانون حکومت کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی شہریت کی تعیین کرے جن کی شہریت کا معاملہ مشتبہ ہے۔ بہر حال آئین ہند کے نفاذ کے بعد سے آج تک ان ستر سالوں میں ہندوستانی پارلیامنٹ نے شہریت کی وسیع تر اور آفاقی بنیادوں کو جو محض پیدائش کی حقیقت پر مبنی ہیں بہت زیادہ تنگ اور محدود کر دیا ہے، پھر ستم بالائے ستم غیر ملکی قانون (Foreigners Act) نے تو فرد پر ایک بہت بڑا بوجھ ڈال دیا ہے کہ فرد کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ غیر ملکی نہیں ہے۔

کون ہندوستانی شہری ہے اور کون ہندوستانی شہری نہیں ہے؟ آئین کی دفعہ ۵؍ کے مطابق آئین کے نفاذ کی تاریخ سے شہریت کا ضابطہ بیان کیا گیا ہے، آئین کے الفاظ ہیں: ''اس آئین کی تاریخ نفاذ پر ہر وہ شخص بھارت کا شہری ہوگا، جس کی بھارت کے علاقہ میں مستقل جائے سکونت ہو اور (الف) جو بھارت کے علاقہ میں پیدا ہوا تھا، یا (ب) جس کے والدین میں سے کوئی ایک بھارت کے علاقہ میں پیدا ہوا تھا، یا (ج) اس تاریخ نفاذ کے عین قبل کم سے کم پانچ سال تک بھارت کے علاقہ کا معمولاً باشندہ رہا ہو''۔ (دفعہ ۶:) چونکہ آزادی کے ساتھ ہی تقسیم ملک اور ترک وطن کے واقعات پیش آئے تو آئین کی دفعہ ۶؍ میں یہ ضابطہ بیان کیا گیا کہ جو کوئی بھی ۱۹؍ جولائی ۱۹۴۸ء سے پہلے ہندستان ترک وطن کر کے آیا ہو وہ خود بخود ہندوستان کا شہری ہوگا۔ لیکن وہ لوگ جو اس تاریخ کے بعد ہندوستان میں داخل ہوئے ان کو اپنا رجسٹریشن کرانے کی ضرورت پڑے گی۔ آئین کے الفاظ اس طرح ہیں: ''دفعہ ۵؍ میں کسی امر کے باوجود کسی شخص کا جس نے اس علاقہ سے جو اس وقت پاکستان میں شامل ہے، بھارت کے علاقہ میں ترک وطن کیا ہے، اس آئین کی تاریخ نفاذ پر بھارت کا شہری ہونا متصور ہوگا اگر وہ یا اس کے والدین میں سے کوئی ایک یا اس کے والدین کے والدین میں سے کوئی ایک بھارت میں پیدا ہوا تھا۔'' دفعہ ۷: کے مطابق اگر کوئی شخص یکم مارچ ۱۹۴۷ء کے بعد ترک وطن کر کے ہندوستان کے علاقہ سے اس علاقہ میں چلا گیا جو اب پاکستان ہے، لیکن اس کے بعد دوبارہ سیٹلمنٹ کی اجازت حاصل کر کے واپس آگیا تو اس کو بھی ہندوستانی شہریت حاصل ہوگی۔ یہ دفعہ ان تارکین وطن کے مقابلہ میں جو پاکستان سے ترک وطن کر کے آگئے اور ان کو ریفیوجی کہا گیا، ان لوگوں کے حق میں زیادہ ہمدردانہ تھی جو گومگو کی حالت میں پاکستان میں پھنسے ہوئے تھے یا وہاں چلے تو گئے تھے لیکن جلد ہی واپس آنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ دفعہ ۸؍ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ہندوستان کا رہنے والا کوئی بھی شخص جو ہندستان کے باہر رہائش پذیر ہو جو خود یا اس کے والدین میں سے کوئی ایک یا اس کے والدین کے والدین میں سے کوئی ایک ہندوستان میں پیدا ہوا ہو وہ بھی اپنے آپ کو ہندوستانی سفارت/قونصل کے واسطے سے ہندوستانی شہری کی حیثیت سے رجسٹر کرا سکتا ہے۔

۱۹۸۶ء کی ترمیم: آئین کے ضابطہ اور اصلی سٹیزن شپ ایکٹ کے برخلاف جس میں شہریت جس سولی سسٹم کی بنیادوں پر ہر اس شخص کو عطا کی گئی تھی جو ہندستان میں پیدا ہوا۔ (بقیہ صفحہ ۸؍ پر)

اخبارِ جہاں

سید محمد عادل فریدی

صومالیہ میں سنگین انسانی بحران: اقوام متحدہ

صومالیہ کے لئے اقوام متحدہ کے سفارتکار نے کہا کہ صومالیہ کو دنیا میں سب سے زیادہ سنگین انسانی بحرانوں میں سے ایک کا سامنا ہے۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کے خصوصی نمائندے جیمز سوان نے سلامتی کونسل کو بتایا کہ صومالیہ کے تقریباً ۲۲؍لاکھ لوگ کھانے کی اشیاء کی کمی کا سامنا کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ۲۲؍لاکھ صومالیائی شہری گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئے ہیں یا خشک سالی کا سامنا کر رہے ہیں۔ (یو این آئی)

ماحول کشیدہ ہے، کچھ بھی ہوسکتا ہے: ٹائمز کو عمران خان کا انٹرویو

پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان نے کشمیر کے رخ پر ہندستانی اقدام پر اپنی تنقید کو تیز کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ہندستانی ذمہ داران سے اب اور بات چیت کرنا نہیں چاہیں گے۔ اسی کے ساتھ انہوں نے یہ انتباہ بھی کیا کہ نیوکلیائی ہتھیاروں سے مسلح ہمسائے سر دست ایک دوسرے کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر کھڑے ہیں، سو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ نیویارک ٹائمز کو دیے گئے ایک انٹرویو میں پاکستانی وزیر اعظم نے ہندستان سے مزید مذاکرات کے امکان کو یکسر مسترد کرتے ہوئے دنیا کو خبردار کیا کہ ''کشیدگی بڑھنے کا خطرہ ہے''۔ (یو این آئی)

چیچنیا میں یورپ کی سب سے بڑی مسجد کا افتتاح

چیچنیا میں یورپ کی سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد کا افتتاح ہوگیا ہے جس کی تزئین اور آرائش کے لیے خصوصی انتظامات کئے گئے ہیں۔ یہ مسجد نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک سے منسوب کی گئی ہے۔ چیچن انتظامیہ کے مطابق یہ مسجد یورپ کی سب سے بڑی اور حسین مسجد ہے جس کے اندر ۳۰؍ہزار نمازی سما سکتے ہیں، اس کے باہر باغیچے میں خوبصورت پودے، پھول اور فوارے لگائے گئے ہیں اور دالان میں مزید ۷۰؍ہزار افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ مسجد کی تعمیر میں خاص قسم کا ماربل اور دیگر تعمیراتی سامان استعمال کیا گیا ہے۔ چیچنیا کے سربراہ رمضان قادروف نے کہا کہ یہ مسجد چیچنیا کے ایک شہر شالی میں قائم کی گئی ہے جو دارالحکومت چیچنیا سے باہر ایک پرفضا شہر ہے۔ انتظامیہ کے مطابق اس کا دیدہ زیب ڈیزائن خوبصورتی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

امریکہ اور طالبان کے مابین امن مذاکرات آخری مرحلہ میں

افغانستان سے فوجوں کے انخلاء سے متعلق امریکہ اور طالبان کے درمیان قطر میں ہونے والے امن مذاکرات آخری مراحل میں داخل ہوگئے ہیں۔ بین الاقوامی خبر رساں ادارے کے مطابق امریکہ اور افغان طالبان کے درمیان ہونے والے امن مذاکرات میں افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا کے بدلے طالبان کی جانب سے سیکیورٹی ضمانت دینے کا معاملہ زیر غور آئے گا۔ طالبان کے ترجمان اور امریکی اہلکار نے بھی امن مذاکرات کے لیے فیصلہ کُن ملاقات کے آغاز کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ طے پائے جانے والے نکات پر عمل درآمد کے لیے روٹ میپ پر غور کیا جائے گا جس کے بعد افغانستان سے امریکی فوجیوں کے انخلا کا پُرامن راستہ کھل جائے گا۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

بزنس روزگار و کیریر

مدارس کے اساتذہ وطلبہ کو آفات مینجمنٹ کی ٹریننگ

بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کی جانب سے ریاست کے مدارس ملحقہ کے اساتذہ کو آفات مینجمنٹ سے متعلق ٹریننگ دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے، تاکہ انہیں قدرتی آفات کی صورت میں بچاؤ کی تدابیر سے واقف کرایا جاسکے، بورڈ نے یہ منصوبہ بھی بنایا ہے کہ مدارس کے نصاب میں آفات مینجمنٹ (Disaster Management) سے متعلق تعلیم کا بھی نظم ہو، بورڈ کے چیرمین عبدالقیوم انصاری نے بتایا کہ مدارس ملحقہ کے اساتذہ کرام کی آفات مینجمنٹ سے متعلق ٹریننگ ۲؍ستمبر ۲۰۱۹ء سے شروع ہوگی اور ۶؍ستمبر ۲۰۱۹ء تک چلے گی۔ اس ٹریننگ کا انتظام محکمہ آفات مینجمنٹ اور محکمہ تعلیم کے اشتراک سے کیا جارہا ہے۔ جو گاندھی میدان پٹنہ سے متصل اے این سنہا انسٹی ٹیوٹ میں ہوگی۔ جس میں جملہ اساتذہ کرام جنہیں ٹریننگ کے لیے نامزد کیا گیا ہے شرکت کریں گے۔ ان کے طعام و قیام کا انتظام ڈپارٹمنٹ آف ڈزاسٹر مینجمنٹ حکومت بہار کی جانب سے کیا جائے گا، سفر کے اخراجات مدرسہ بورڈ کی جانب سے ادا کیے جائیں گے۔ ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد یہ ٹرینڈ اساتذہ مدارس میں زیر تعلیم طلبہ وطالبات کو سیلاب، زلزلہ، آتش زدگی وغیرہ سے محفوظ رہنے کی باضابطہ ٹریننگ دیں گے۔ اس ٹریننگ پروگرام میں فی الحال اورنگ آباد، ارریہ، بکسر، بھوج پور، بانکا، بھاگل پور، بیگوسرائے، سارن، دربھنگہ، گیا، گوپال گنج، جموئی، جہان آباد، کھگڑیا، کشن گنج، لکھی سرائے، مونگیر، مظفر پور، مدھے پورہ، نالندہ، نوادہ، پورنیہ، سمستی پور، روہتاس، سیوان، مغربی چمپارن، کٹیہار، سپول اور شیوہر اضلاع کے نامزد اساتذہ کو شرکت کرنے کا مکتوب دفتر مدرسہ بورڈ سے جاری کیا جارہا ہے، ساتھ ہی اساتذہ کو براہ راست موبائل کے ذریعہ بھی اطلاع دی جائے گی۔ (پریس ریلیز)

رحمانی تھرٹی میں خاتون مینٹر اور وارڈن کی ضرورت

رحمانی تھرٹی پٹنہ میں مسلم خاتون مینٹر (Mentor) اور مسلم خاتون وارڈن (Warden) کی ضرورت ہے۔

تعلیمی لیاقت برائے مینٹر: تعلیمی لیاقت بی ٹیک/ بی ای/ ایم ایس سی/ بی ایس سی

تعلیمی لیاقت برائے وارڈن: دینی تعلیم کے ساتھ صوم وصلوٰۃ کی پابند

تنخواہ حسب لیاقت ادا کی جائے گی ساتھ ہی طعام وقیام کی سہولت بھی دی جائے گی، خواہش مند خواتین مندرجہ ذیل رابطہ نمبر پر رابطہ کریں: 9386498939/7979943154، ای میل: zarwatulhadi@gmail.com

اتر پردیش میں سرکاری اسکول میں بچوں کو مڈڈے میل میں کھلایا جارہا ہے نمک روٹی

مشرقی اتر پردیش کے مرزاپور ضلع کے ایک سرکاری اسکول میں پہلی جماعت سے آٹھویں جماعت کے تقریباً ۱۰۰؍طلبہ کو مڈ ڈے میل میں روٹی اور نمک کھلایا جارہا ہے، اس معاملے کا ایک ویڈیو بھی سوشل میڈیا پر وائرل ہورہا ہے، ایک گارجین نے میڈیا کو بتایا کہ یہاں بہت برے حالات ہیں۔ کئی بار وہ بچوں کو کھانے میں نمک اور روٹیاں دیتے ہیں اور کئی بار نمک اور چاول، یہاں کبھی کبھی دودھ آتا ہے جو اکثر تقسیم نہیں کیا جاتا، کیلے بھی نہیں دیے جاتے، گزشتہ ایک سال سے ایسا ہی چل رہا ہے، ویڈیو وائرل ہونے کے بعد ٹیچر کو سسپنڈ کردیا گیا اور سوپر وائزر سے جواب مانگا گیا ہے۔

بقیہ ہندوستانی شہری کسے کہتے ہیں...... ۱۹۸۶ء میں سٹیزن شپ ایکٹ کے سیکشن ۳ میں ترمیم کی گئی اور اس کی وسعت کو کم کیا گیا، چنانچہ اس میں اس شرط کا اضافہ کیا گیا کہ جو لوگ ہندوستان میں ۲۶؍جنوری ۱۹۵۰ء کے بعد اور یکم جولائی ۱۹۸۷ء سے پہلے پیدا ہوئے ہوں وہ ہندوستان کے شہری ہوں گے۔ اور جو لوگ یکم جولائی ۱۹۸۷ء کے بعد اور ۴؍دسمبر ۲۰۰۳ء سے پہلے پیدا ہوئے ہیں اگر ان کی خود کی پیدائش کے علاوہ ان کے والدین میں سے کوئی ایک ان کی پیدائش کے وقت ہندوستانی شہری ہوں گے تبھی وہ ہندوستانی شہریت حاصل کرنے کے حقدار ہوں گے۔

۲۰۰۳ء کی ترمیم: اس وقت کی این ڈی اے حکومت نے ۲۰۰۳ء میں اس قانون میں ترمیم کی اور مبینہ طور پر بنگلہ دیش سے ہونے والی دراندازی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو مزید محدود کردیا۔ اب قانون یہ ہے کہ جو لوگ سٹیزن شپ امینڈ منٹ ایکٹ کے نفاذ کے بعد پیدا ہوئے ہیں وہ صرف اسی صورت میں ہندوستانی شہری ہوسکتے ہیں جب کہ ان کے ماں اور باپ دونوں ہندوستان کے شہری ہوں یا ماں باپ میں سے کوئی ایک ہندوستان کا شہری ہو اور دوسرا غیر قانونی تارک وطن نہ ہو، اس قدر پابندیوں والی ترمیمات کے ساتھ شہریت دینے کے مسئلہ میں ہندوستان نے تقریباً شہریت کے جس سینگوینس (Jus Sanguinis) سسٹم یا خونی رشتہ کے محدود اور متعصّبانہ نظریہ کی طرف قدم بڑھا دیا ہے۔ اس ترمیم میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ کوئی بھی غیر قانونی تارک وطن قدرتی طور پر یا رجسٹریشن کے طور پر شہریت کا دعویٰ نہیں کرسکتا اگرچہ وہ یہاں سات سال یا اس سے زیادہ سے رہائش پذیر ہے۔

سٹیزن شپ امینڈ منٹ بل: مجوزہ سٹیزن شپ امینڈ منٹ بل کے مطابق چھ مذاہب کے لوگ؛ ہندو، سکھ، جین، بودھ، پارسی اور کرسچن جو پاکستان، بنگلہ دیش یا افغانستان سے ترک وطن کرکے آئے ہیں وہ بدستور ہندوستان کے باشندے رہیں گے اگر وہ ہندوستان میں ۱۴؍دسمبر ۲۰۱۴ء سے پہلے داخل ہوئے ہیں، نیز اس مجوزہ بل میں سٹیزن شپ کے لیے کارروائی کے ۱۴؍سالوں میں سے لازمی ۱۱؍سالوں کو کم کرکے محض ۶؍سال کردیا گیا ہے دو مزید نوٹیفکیشن ان تارکین وطن کو پاسپورٹ ایکٹ اور فارنرز ایکٹ سے بھی مستثنٰی قرار دیتی ہیں۔ بڑی تعداد میں آسام کی تنظیموں نے اس بل کے خلاف احتجاج کیا ہے، کیوں کہ یہ بل غیر قانونی بنگلہ دیشی ہندو تارکین وطن کو شہریت فراہم کرتا ہے۔

آسام کا مسئلہ ملک کے دیگر حصوں سے کیوں الگ ہے؟ آسام میں غیر قانونی تارکین وطن کے خلاف تحریک کے تانے بانے تاریخی آسام معاہدہ ۱۹۸۵ء سے ملتے ہیں جس پر راجیو گاندھی حکومت اور آسام تحریک کے نمائندوں نے ۱۵؍اگست ۱۹۸۵ء کو دستخط کیا تھا۔ اور اسی معاہدہ کی بنیاد پر سٹیزن شپ ایکٹ کے اندر ۱۹۸۶ء میں ہونے والی ترمیم میں آسام کے تعلق سے شہریوں کی ایک خصوصی کیٹگری بنائی گئی۔ نئے داخل کیے گئے سیکشن 6A کے مطابق ہندوستانی نسل کے وہ سب لوگ جو آسام میں داخل ہوئے ہوں یکم جنوری ۱۹۶۶ء سے پہلے اور وہاں معمولاً رہائش پذیر ہوں تو ان کو ہندوستان کا شہری تصور کیا جائے گا۔ اور وہ لوگ جو یکم جنوری ۱۹۶۶ء کے بعد اور ۲۵؍مارچ ۱۹۷۱ء سے پہلے آسام میں داخل ہوئے ہیں اور وہاں معمولاً رہائش پذیر ہیں وہ شہریت حاصل کریں گے اپنی غیر ملکی کے طور پر شناخت کے دس سال گذر جانے کے بعد، اس دس سالہ عبوری مدت میں انہیں ووٹ ڈالنے کا اختیار نہیں ہوگا، ہاں وہ ہندوستانی پاسپورٹ حاصل کرسکتے ہیں۔ غیر ملکیوں کی تعیین غیر قانونی تارکین وطن (تعیین بذریعہ ٹربیونل) ایکٹ ۱۹۸۳ء (Illegal Migrants (Determination by Tribunal) Act 1983) کے تحت کی گئی۔ جو کہ صرف آسام میں نافذالعمل تھا، جب کہ ملک کے دیگر حصوں میں غیر ملکیوں کی تعیین کے لیے فارنرز ایکٹ ۱۹۴۶ء نافذالعمل تھا۔ اس ایکٹ کے تحت غیر قانونی تارکین وطن کو جلاوطن کرنا دشوار تھا۔ سربانند سونووال (آسام کے موجودہ وزیر اعلیٰ) کی پٹیشن پر ۲۰۰۵ء میں سپریم کورٹ کے ذریعہ اس ایکٹ کو غیر آئینی قرار دے کر کالعدم کردیا گیا اور اس کی جگہ پر فارنرز (ٹربیونل آف آسام) آرڈر ۲۰۰۶ء لایا گیا۔ جس کے خلاف سونووال نے دوبارہ پٹیشن دیا بالآخر ۲۰۰۷ء میں اس کو بھی ختم کردیا گیا۔ آئی ایم ڈی ٹی کے معاملہ میں کورٹ نے مانا کہ جغرافیائی اعتبار سے تفریق کرنا آئین کی دفعہ ۱۴؍میں دیے گئے حق مساوات کی خلاف ورزی ہے۔ جب کہ حقیقت میں ایک دوسری تفریق ابھی بھی برقرار ہے۔ کیوں کہ مغربی پاکستان کے لیے کٹ آف کی تاریخ ۱۹؍جولائی ۱۹۴۹ء تھی جب کہ مشرقی پاکستان کے سلسلہ میں نہرو (جواہر لال نہرو) لیاقت (لیاقت علی خان) پیکٹ ۱۹۵۰ء میں ہوا تھا (۸؍اپریل ۱۹۵۰ء)۔

سیکشن 6A کی آئینی حیثیت: سپریم کورٹ کے پانچ ججوں کی ایک بنچ ابھی بھی سیکشن 6A کی آئینی حیثیت کا جائزہ لے رہی ہے، جس کے تحت موجودہ این آر سی تیار کیا گیا ہے، اس بنچ کی صدارت جسٹس بی لوکر کو دی گئی تھی، ان کی صدارت میں اس کی سنوائی ۱۹؍اپریل ۲۰۱۷ء میں ہوئی لیکن اس کے بعد اگست ۲۰۱۷ء میں جسٹس پی سی پنت کے رٹائر ہوجانے کی وجہ سے یہ بنچ تحلیل ہوگئی۔ سپریم کورٹ نے گذشتہ ہفتے اپنے ایک فیصلہ میں سیکشن 6A میں آسام کے تعلق سے الگ معیار اپنائے جانے کے سلسلہ میں سخت تحدیدی ضابطوں کو بڑھانے سے انکار کردیا ہے۔

آسام سنملت مہاسنگھ بنام حکومت ہند کیس ۲۰۱۴ء (Assam Sanmilita Mahasangha & Ors vs Union Of India & Ors on 17 December, 2014) میں ۱۹۸۶ء کی ترمیم کو چیلنج کیا گیا تھا، مہاسنگھ نے دلیل دی کہ آسام کے لیے کٹ آف سال ۱۹۷۱ء کے بجائے ۱۹۵۱ء ہونا چاہئے۔ سپریم کورٹ نے اس معاملہ کو آئینی بنچ کے حوالہ کردیا۔ چونکہ سیکشن 6A آسام معاہدہ کے نتیجہ میں وجود میں آیا جس پر کورٹ میں تفصیلی بحث ہوئی، کورٹ نے ۲۰۱۴ء میں اسکی آئینی حیثیت کے خلاف دعویٰ کو قبول کیا اور آئینی بنچ کے پاس تیرہ سوالات بھیجے۔ مثلاً کیا سیکشن 6A آئین کے مطابق اور جائز ہے جب کہ اس میں آسام کے لیے مختلف کٹ آف تاریخ دی گئی ہے (۱۹۷۱ء) جب کہ پورے ملک کے لیے آئین کے اندر کٹ آف تاریخ ایک ہے (۱۹۴۹ء)؟ لیکن اس وقت یہ ضابطہ آئین کے نافذالعمل ہونے کے دن شہریت کے بارے میں تھا۔

طب وسائنس

گوشت کے طبی فوائد

ڈاکٹر مظفر الاسلام عارف

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کواشرف المخلوقات بنایاہے،اپنی ساری مخلوقات جمادات، حیوانات، نباتات، جنات، فرشتے اورکم وبیش ۱۸۰۰۰/مخلوقات میں افضل و برتر بناکراس دنیامیں بھیجااور پوری کائنات کوان کے لیے مسخرکیا، ہندوستان ایک کثیرلسانی وثقافتی ملک ہے، یہاں کی اکثریت گوشت خوروں کی ہے جبکہ سبزی خوروں کی آبادی صرف ۹/فیصد ہے،گوشت خوری انسانی تاریخ کاایک ایسافطری عمل ہے،جس سے انکارفطری تقاضوں سے انکارکے مترادف ہے، انسان نے گوشت کوہمیشہ اپنے لیے غذا اورغذائیت سے بھرپورچیزتصورکیاہے۔انسانی جسم کاپوراجُثّہ گوشت اورہڈی سے عبارت ہے،گوشت اورجلدکی افزائش میں قدرتی گوشت کابڑادخل ہے،عناصر اربعہ یعنی آگ(Fire)، پانی (Water)، ہوا(Air)اورمٹی(Soil)سے مرکب جسم کی تخلیق میں قوت اورتوانائی پہونچانے کے لیے اخلاط -یعنی خون(Blood)، سوداء (Baloue Bile)،صفراء(Yellow Bile)اوربلغم(Phlegam) کی ضرورت پڑتی ہے،ان ہی چاروں معاونین پرپورے جسمانی اعضا کی تندرستی اوربیماری کادارومدارہےاوران اخلاط اربعہ کی پیدائش کاانحصاربھی ان ہی گوشت پرہے۔زمانۂ قدیم میں انسان جنگلی پھلوں اورجانوروں کاشکارکرکے اس کاکچاگوشت کھاتے تھے،یعنی انسان شروع سے گوشت خورسوسائٹی میں پلا بڑھاہےاورآج بھی قطب شمالی کے علاقہ میں اسکیمو (کچاگوشت خور) کی بڑی تعدادموجودہے۔

جب آگ ایجادہوئی توپکے گوشت کاذائقہ اسے لذیذ معلوم ہواتواس نے ان کی پرورش شروع کردی اوراس سے مختلف طرح کےفوائدحاصل کرنے لگے،اس طرح تہذیب وتمدن کی رفتاربڑھی،چنانچہ انسان اورجانوروں کاساتھ زمانۂ قدیم سے ہے،انسان جن نعمتوں کوشب وروزاستعمال کرتاہےاورجس پرانسانی زندگی کی بقامنحصرہے،ان میں سب سے زیادہ اشیاء خوردونوش ہے اوراس میں گوشت اورمچھلی کوخاص اہمیت حاصل ہے،چنانچہ گوشت کوبہترین حلال غذااورمچھلی کولحم طری اور پرلطف گوشت فرمایاگیاہے۔(سورۂ مائدہ:ا۔سورۂ نحل:۵)

اسی وجہ سے خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال گوشت کومرغوب غذافرمایااورخودبھی بڑی رغبت سے تناول فرمایاہے۔(بخاری:۱۲۸/۲)

مذہب اسلام کے علاوہ دیگرمذاہب میں بھی گوشت خوری کے ثبوت ملتے ہیں، ہندوؤں کی مشہورچارمذہبی کتاب جوویدوں کے نام سے مشہورہیں،ان چاروں ویدوں میں جانوروں کی قربانی اوراس کے احکام ،رسوم اورمنتربیان کئے گئے ہیں،چنانچہ شت پتھ برہمن یجرویدادھیائے:۸/۲۰/۷ میں تحریرکیاہے کہ گھوڑے،سانڈ،بیل،بانجھ گائے اوربھینس ہندودیوتاؤں کی نذرکی جاتی ہے۔منوسمرتی یہ ہندوقوانین کی بنیادی اورمسلمہ کتاب ہے،اس کے ڈھیرسارے ابواب میں جانوروں کے گوشت کھانے اورکھلانے کاتذکرہ موجودہے۔اس کتاب کےادھیائے:۲۶۸/۳میں تحریرہے کہ کن جانوروں کی قربانی سے کتنی مدت تک ان کے آباء واجدادکی روح خوش رہے گی،اس کتاب میں تحریرہے کہ کھانے کے لائق جانوروں کوکھانے سے کھانے والوں کو"دوش"(گناہ) نہیں ہوتا؛ کیوں کہ کھانے کے لائق جانوراورکھانے والے جاندارکوبرہماجی نے پیداکیاہے۔(منوسمرتی ادھیائے:۳۰/۵)

ویدہی نہیں بلکہ والمیکی رامائن سےبھی گوشت خوری ثابت ہے،چنانچہ رام چندرنے وہاں ایک ہرن مارکرمانس لےلیاکہ بھوک لگے گی توبھوجن کریں گےاورآگے جاکرایک درخت کے نیچے بھوجن کیا۔(والمیکی رامائن، اجودھیاکانڈ:۵۲)ویدک آریوں میں گوشت خوری کے حوالہ سے ڈاکٹرانجلی موہن راؤکاایک مضمون نوہندٹائمس گوامورخہ ۳/فروری ۲۰۰۸ءمیں شائع ہوا،جس میں وہ رقم طرازہیں کہ ویدوں میں250/جانوروں کاتذکرہ ہے،جس میں 50جانوروں کوقربانی اورکھانے کےلائق سمجھے جاتے ہیں،اس زمانے میں جانوروں کےگوشت کی باضابطہ دوکانیں تھیں اوران کوخاص ناموں سے جاناجاتاتھا،مثلاًگائےبیل کےگوشت بیچنے والوں کوگوگوڑکابھیڑکےگوشت بیچنے والوں کوآرابیکا،خنزیرکےگوشت بیچنے والوں شوکھاریکا وغیرہ ناموں سےجاناجاتاتھا۔

بودھ اورجین مذاہب میں گوشت خوری کی ممانعت اقتصادی وجہ سے ہوئی،حالانکہ گوتم بدھ نے گوشت خوری کی اجازت دی تھی، بلکہ ان کے زمانے میں گائے خوری کاعام رواج تھا،بودھ مذہب کے مشہورمبلغ ومحقق"دھرمانندکوسمی" مراٹھی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے،جس کاترجمہ پرکاش پنڈت نے کیااوریہ کتاب بھگوان بدھ ساہتیہ اکیڈمی نئی دہلی سے شائع ہوئی،اس میں انہوں نے تحریرکیاکہ گوتم بدھ نے اس کے خلاف آوازبلندہی نہیں کیا، بلکہ وہ خودگوشت کھاتے تھے۔

کشورچندرجینی کے مطابق بائسویں تری تھنکرمنی ناتھ کی شادی کے موقع پرجانوروں اورپرندوں کاگوشت کھایاگیاتھااورساستروں کےمطابق دونوں جین تھے۔شری سوامی یو،آر،آننت انعام یافتہ گیان پیٹھ کابیان ہے کہ ویدک زمانہ میں برہمن بیف کھاتے تھے،الاسنگھاچاریہ کی مہابھارت میں اس سے متعلق کافی موادموجودہے۔(دی ہندوروزنامہ ۳/اکتوبر۲۰۱۳ء)

عیسائیوں میں گوشت خوری سے متعلق کتاب شناباب ۱۴،آیت ۲۱ میں بتایاگیاکہ جوجانورآپ ہی مرجائے تم اسے مت کھانایعنی مردارکے گوشت حرام قراردیاگیاہے،اسی طرح بائبل کی کتاب پیدائش ،باب ۹،آیت :۳/۲ میں کہاگیاہے کہ زمین کے کل جانداروں اورہواکے کل پرندوں پرتمہاری دہشت اورتمہارارعب ہوگااوریہ تمام کیڑے جن سے زمین بھری پڑی ہے اورسمندرکی کل مچھلیاں تمہارے ہاتھ میں کی گئی ہیں، ہرچلتاپھرتاجانورتمہارے کھانے کے لئے ہوگا،ہری سبزی کی طرح میں نے سب تم کودےدیاہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں ایک طرف گوشت میں بے پناہ غذائی مادیت رکھی ہے،وہیں اس کےاندرادویاتی اثرات بھی رکھاہے،یونانی طریقۂ علاج میں زمانۂ قدیم سے اطبانے ضعف،لاغراورمحلل العضلات ،فالج اورلقوہ کے مریضوں میں چرندپرندکےگوشت کایخنی(Soup)استعمال کرنے کامعمول رہاہے۔

قدیم آیورویدک چرک نے اپنی کتاب چرک سنہیتا:۸۶۔۸۷میں گوشت سے علاج کےمتعلق لکھاہے کہ گائے کےگوشت کی یخنی(Soup)مختلف بیماریوں کاعلاج کرتاہے،مثلا: سل ودق اورلاغری کے لیے اسے خاص طور پر مفیدبتلایاگیاہے،گائے کی چربی نقاہت اورگٹھیاکےلیےمفیدبتایاہے،اسی طرح چرک سنہیتا میں چلتسا استھانن:۱۶۵/۸میں لکھتے ہیں کہ مور،تتر،مرغ،اونٹ، گائےاوربھینس کاگوشت جسم کی نشوونماکےلیےمفیدہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

طالبہ پست ہمتی کاشکارنہ ہوں،بہترکرنے کاجذبہ پیداکریں:بدیع الزماں ندوی قاسمی

جامعہ فاطمہ للبنات مظفرپورمیں چارروزہ مسابقہ کےاختتامی اجلاس میں کامیاب طالبات کوانعامات سےنوازاگیا۔

کچھ حاصل کرنے کے بعد نہ توانسان کومغرورہونا چاہئے اورنہ ہی بےفکر، کیونکہ کامیاب انسان وہی ہوتا ہے جو کامیابی پرغرورنہیں کرتااورناکامی پرمایوس نہیں ہوتایہ باتیں جامعہ فاطمہ للبنات مظفرپورمیں منعقدچارروزہ مسابقہ کے اختتامی اجلاس کے موقع پرجامعہ کے بانی ومہتمم ،ماہرتعلیم مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی نے طالبات وشرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا،مولانانے کہاکہ کامیاب ہونے والی طالبات کودل کی گہرائیوں سے مبارک باد ہے اورجوطالبات اس مسابقہ میں بہتراورنمایاں پوزیشن نہیں لاسکی ہیں انہیں ہرگز مایوس ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ پوری ہمت اورحوصلہ کے ساتھ آئندہ ہونے والے مسابقوں میں کامیاب ہونے کاعزم مصمم کرنا ہےاس لئے کہ مایوسی سے انسان میں بزدلی پیداہوتی ہے۔اس لئے کسی بھی طالبہ کوناامیدی اورپس ہمتی کاشکارنہیں ہوناہے بلکہ آئندہ کے لئے اوربہترسے بہترکرنے کاجذبہ پیداکریں اورپوری تیاری کے ساتھ کسی بھی مسابقہ یاامتحان میں شامل ہوں۔واضح رہے کہ دختران ملت کی مرکزی ومشہوردرسگاہ جامعہ فاطمہ للبنات مظفرپورمیں جولائی کی 22 تا 26 تاریخوں کے درمیان مختلف عناوین پرایک تاریخ ساز مسابقہ کاانعقادعمل میں آیا۔جس میں دوسوطالبات نے شرکت کی اوراپنی بھرپوردلچسپیوں کامظاہرہ کرکے بڑھ چڑھ کرحصہ لیا۔اس مسابقہ کی اہم ترین امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ طالبات نے جنونی کیفیت سے اس مسابقہ میں کامیاب ہونے کے لئے تیاریوں میں منہمک رہیں لیکن چونکہ اس مسابقہ میں ہرایک کے لئے پہلی پوزیشن لاناناممکن ہی نہیں بلکہ محال تھا۔اوراس مسابقہ میں کامیابی کے لئے ہرموضوع کےاندر80 نمبرات متعین کئے گئے تھے۔اس کے باوجود بڑی تعدادمیں طالبات نے 98% فیصد سے کامیابی حاصل کی، چنانچہ درجات کے اعتبار سے جومسابقے ہوئے ان میں 105 طالبات امتیازی نمبرات سے کامیابی ہوئیں اورگروپ کے اعتبار سے جومسابقے منعقد ہوئے ،ان میں 4 گروپ کے اندر جملہ 12 مساھمات نے زبردست اورکانٹے کے مقابلے کے بعدایک تاریخ سازکامیابی حاصل کی ،ان مسابقوں میں گروپ کے اعتبار سے جومسابقے ہوئے ان میں اول پوزیشن سے کامیاب ہونے والی فی مساہمہ کو2000 روپئے نقد، دوم پوزیشن سے کامیاب ہونے والی فی مساہمہ کو 1500 روپئے نقداورسوم پوزیشن سے کامیاب ہو نے والی فی مساہمہ کو1000 روپئے نقدبطورانعام کے دیئے گئے۔اسی طرح درجات کے اعتبار سےاول پوزیشن سے کامیاب فی مساہمہ کو500روپئے،دوم پوزیشن سے کامیاب ہونے والی فی مساہمہ کو400اورسوم پوزیشن سے کامیاب ہونے والی فی مساہمہ کو 300 روپئے نقدبطورانعام دئے گئے۔اسی طرح وہ مساہمات جواس مسابقہ میں پوزیشن لانے میں ناکام رہیں،انہیں فی مساہمہ تمام مساہمات کو 100 روپئے نقدبطورتشجیعی انعامات کے دیئے گئے۔جامعہ کے ناظم تعلیمات وشیخ الحدیث مولاناظفیر عالم قاسمی نے مسابقہ کوکامیاب کرنے میں انتہائی اہم کرداراداکیا،اورانہوں نے کہاکہ جامعہ کےاس تاریخ ساز مسابقہ نے طالبات کے اندر مسابقہ کے لئے ایک نئی امنگ،ایک نیاجوش اورایک نیاجذبہ پیداکیا،چنانچہ طالبات کی سرگرمیوں اوردلچسپیوں کے مدنظران کوقیمتی انعامات سےنوازنے کا تاریخ ساز فیصلہ کیاگیا۔اس مسابقہ میں جامع مسجد بکھری چوک، سیتامڑھی کےمتولی جناب محمد جمشید عالم نے مہمان خصوصی کےطورپراجلاس کورونق بخشا، جامعہ کے انتظامی امورکے ناظم شوکت معین عرف ارمان، ناظم شعبہ تعمیروترقی جناب مولاناعبدالصمدمظاہری، استاذ حدیث وفقہ مولانا مظفرحسین قاسمی ،جامعہ کے سکریٹری جناب محمد اسلام پرویز صاحب، جناب عبدالقیوم صاحب،جناب مصلح الدین صاحب ،جناب انورصاحب ،مولانا عزیراحمد ندوی،ڈاکٹرعبدالسلام،انجینرمحمد ریحان اوردیگرشہرکے دانشوران قوم وملت اورملی وسماجی احباب بڑی تعدادمیں شریک اجلاس ہوئے ،اوراس مسابقہ کوبہت سراہااوراپنی بھرپورپسندیدگی کااظہارکیا،رات کے 10:30 بجے صدرجلسہ مولانابدیع الزاں ندوی قاسمی کی رقت آمیزدعاپراجلاس اختتام کوپہنچا۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگراس O دائرہ میں سرخ نشان ہے،تواس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیےسالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں،اورمنی آرڈرکوپن پراپنا خریداری نمبرضرورلکھیں ،موبائیل یافون نمبراور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبرپرڈائرکٹ بھی سالانہ یاششماہی زرتعاون اوربقایہ جات بھیج سکتے ہیں،رقم بھیج کردرج ذیل موبائل نمبرپرخبرکردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئےخوشخبری ہےکہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیااکاؤنٹس پرآن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کےآفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پربھی لاگ ان کرکےنقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔مزید مفیدودینی معلومات اورامارت شرعیہ سےمتعلق تازہ خبریں جاننے کے لئےامارت شرعیہ کےٹویٹراکاؤنٹ @imaratshariah کوفالوکریں۔

(مینیجر نقیب)

طلاق ثلاثہ سے زیادہ ہجومی تشدد کے خلاف قانون سازی کی ضرورت

کے ایم نائیک

طلاق ثلاثہ بل بالآخرایوان بالا سے منظور ہوگیا ہے،اوراب صدر جمہوریہ ہند کے دستخط کے بعدایک ساتھ تین طلاق دینے والاشوہر جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلا جائے گا،مودی حکومت نے اپنے دوراقتدار میں قانون سازی کے لئے اگرسب سے زیادہ کسی قانون پرمحنت کی ہےتووہ طلاق ثلاثہ کا قانون ہے،اس بل کے دونوں ایوان سے منظور ہوجانے سے مودی کی قیادت والی اورآرایس ایس کی سرپرستی میں برسراقتدار بی جے پی حکومت کو بہت بڑی کامیابی ملی ہے،اس کامیابی کو صرف بی جے پی کی کامیابی کہنا شاید غلط ہوگا، بلکہ اس میں بی جے پی سے زیادہ اقلیتوں اوراپوزیشن کوبھی کامیابی ملی ہے،دراصل بی جے پی کو یہ ضرورلگ رہاہوگا کہ اس نے طلاق ثلاثہ کومجرمانہ فعل قراردے کر بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی ہے،اس کے بعد مسلمان منقسم ہوجائیں گے،اورایک طبقہ خاص طورسے مسلم خواتین کا ایک حصہ بی جے پی کا حامی ہوجائے گا،ان کی حکمت عملی کے حساب سے اس طبقہ کے بی جے پی کی حمایت میں آنے سے بی جے پی کا اپنا کٹرحامی بھی ناراض نہیں ہوگا،دوسرابی جے پی کو یہ لگتا ہے کہ اس کے بعد اکثریتی طبقہ کاایک بڑاحصہ اس کواپنی کامیابی اوراقلیتوں کو شکست کی شکل میں دیکھے گا، جہاں تک مسلمانوں کے ایک طبقہ کااس موضوع کی وجہ سے بی جے پی کی حمایت کرنے کا سوال ہےتووہ ممکن نظرنہیں آتا، کیونکہ مسلمانوں کے خلاف ہورہے ہجومی تشدد کے واقعات بھی بی جے پی کے لئے پہلے سے موجودنفرت میں اس قدراضافہ کردیاہے کہ ان کی طرف سے کوئی بھی اٹھایا گیاقدم اقلیتوں کوان کی جانب سے راغب نہیں کرسکتا،رہی دوسری بات کہ اکثریتی طبقہ اس کواقلیتوں کی شکست اوراپنی کامیابی کے طورپر لے گا،یہ کافی حد تک صحیح ہے،لیکن یہ بھی کچھ دنوں تک ہی رہے گا، کیونکہ جیسے ہی یہ موضوع میڈیا سے غائب ہوگیا کامیابی اورشکست کا احساس ختم ہوجائے گااورعین ممکن ہے کہ کچھ دنوں بعد یہ سوال کھڑا ہونے لگے گا کہ کیایہ موضوع اتنا ہی اہم تھا،اس بل کو لے کربی جے پی کی کامیابی پرمہر نہیں لگائی جاسکتی،لیکن مسلمانوں اور پوزیشن کے لئے ضرور کامیابی کہی جاسکتی ہے، مسلمانوں کے لئے یہ خودبل اس لئے کامیابی کی علامت ہے کہ کیونکہ وہ طلاق ثلاثہ سے پریشان تھے،اوراصلاح کی کوششیں جاری تھی،لیکن آپسی اختلافات کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہوپارہا تھا،مودی کی قیادت والی حکومت کے ذریعہ یہ کام انجام دیئے جانے سے تمام آپسی اختلافات ہوجانے کے باوجود بغیرلب کشائی کے اس کوقبول کرلیا گیا،اس معاملہ کو چونکہ بی جے پی نے انجام دیا ہےاس لئے اس تعلق سے بی جے پی سے جونفرت ہےاسے برقراررکھنےاورکسی حدتک بڑھانے میں اس طلاق ثلاثہ بل نے اہم کرداراداکیاہے،مسلمانوں کی کامیابی اس لئے بھی ہے، کیونکہ ان کی مرضی کی اصلاح ہوگی،اورایسا کرنے میں فرقہ پرست قوتوں سےنفرت میں بھی کمی نہیں آئی۔

طلاق ثلاثہ بل کی منظوری کواپوزیشن کی کامیابی کےطورپربھی دیکھا جارہاہے، کیونکہ اگرایسی کوشش اصلاح کے لئے کرتی تو اس کا حال وہی ہوتا جوشاہ بانو مقدمہ میں ہوا تھا،اب اس کی نظرمیں اصلاح بھی ہوگئی،اوراس کا ووٹران سے ناراض بھی نہیں ہوا، کیونکہ اصلاح کے تعلق سے ساری ناراضگی بی جے پی کے کھاتے میں گئی،بی جے پی سے اس ناراضگی کے بڑھنے کی وجہ سے اس فعل کومجرمانہ قراردینا ہے،کس کی کامیابی اورکس کی کم کامیابی کی بات الگ ہے،لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصلاح کی ضرورت تھی،لیکن بی جے پی اصلاح میں جوفریقین سے بات کئے بغیرنفرت کے عنصرکوشامل رکھتے ہوئے اس کوسیاست کاشکاربنایا،اس سے اسے کم کامیابی ملی،اوردوسروں کوبغیرمحنت کے زیادہ کامیابی مل گئی،بی جے پی نے جتنی محنت اورتوجہ طلاق ثلاثہ بل پاس کرانے پردی اس کی نصف محنت اورتوجہ ہجومی تشدداور ملک سے فرقہ وارانہ نفرت کوکم کرنے میں کرتے تو ملک اور بذات خودان کوزیادہ فائدہ ہوتا، ہندوستان کے لئے ہجومی تشددکس طرح ایک سنگین مسئلہ بن چکاہے،اس کا اندازہ عام عوام کو پہلے ہی تھا،لیکن اس ہندوستان کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ بھی اس پر تشویش کا اظہارکرچکی ہے،سپریم نے ملک میں آئے دن ہورہے ہجومی تشدد کے واقعات پر گہری تشویش کا اظہار کیاہے،عدالت نے کہا کہ ہجومی تشددایک جرم ہے،اورکوئی بھی شخص قانون کواپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا،اوراس طرح کے حادثات پرقابو پایا جانا ریاستی حکومت کی اصل ذمہ داری ہے،سابق چیف جسٹس دیپک مشرا،جسٹس اےایم کھانولکر اورجسٹس ڈی وائے چندر چوڑکی بنچ نے واضح کردیا کہ یہ قانون وانتظام کی صورت حال کا معاملہ ہے،اوراس کے لئے ریاستی حکومتیں ذمہ دارہے،سماعت کے دوران عدالت نے محسوس کیا کہ گاؤرکھشا کے نام پر ہجوم تشدد پر آمادہ ہوچکاہے، جوکہ ایک جرم ہے،ہجومی تشدد پرسپریم کورٹ کااظہارتشویش،ریاستی حکومتوں کوتحفظ فراہم کرنے کے لئے مرکز کوجاری کردہ احکامات مودی حکومت کودکھائی نہیں دے رہے ہیں،اس کے لئے ایڈیشنل سالسٹرجنرل پی ایس نرسمہانے کہا کہ مرکزی حکومت کوحالات کاعلم ہےاوروہ اس سے نمٹنے کی کوشش کررہی ہے،لیکن قانون وامن کی برقراری اہم مسئلہ ہے۔سپریم کورٹ میں مرکزی حکومت نے کہا کہ ہجومی تشدد کے لئے الگ قانون بنانے کی ضرورت نہیں ہے،ریاستوں کے قانون وانتظام کو بنائے رکھنے کی ذمہ داری ریاستی حکومتوں کی ہے،سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت کواحکامات دیئے کہ اس طرح کے حادثات سے نمٹنے کے لئے وہ ریاستی حکومتوں کواحکامات جاری کریں،لیکن اس کے باوجودآئے دن کہیں نہ کہیں گائے کے نام پر یاپھررام کے نام پرمعصوم عوام کوتشدد کانشانہ بنایاجارہاہے،تبریزانصاری،محمد خالداورنہ جانے کب کہاں کس کوجئے شری رام کانعرہ نہ لگانے پراس کی سانسوں کوہی روک دیا جائے گا،ہجومی تشددکا یہ عالم ہے کہ کسی فردواحدکوقتل کرنا جہاں آسان ہے وہیں شرپسندعناصرگروپس پرحملہ کرتے ہوئے انہیں موت کی نیندسلارہے ہیں،جس کی درجنوں مثالیں سامنے آچکی ہیں،مہاراشٹرکاواقعہ ہنوزذہنوں میں تازہ ہے،مہاراشٹرکے دھلے ضلع میں ہجوم نے بچہ چورہونے کےشک میں پانچ لوگوں کو پیٹ پیٹ کرقتل کردیا تھا،وہیں مالےگاؤں میں اسی طرح کی افواہ پربھروسہ کرکے چارلوگوں کو پیٹ پیٹ کربری طرح زخمی کردیا گیا،گزشتہ کچھ دنوں میں واٹس اپ اورمیسیج کی افواہوں کےسبب ملک کے کئی حصوں میں بے گناہوں کو مارڈالنے کے واقعات سامنے آئے ہیں،جھارکھنڈ،تریپورہ،اترپردیش میں بھی افواہوں کےسبب ہجوم نے کئی معصوم افرادکی جان لے لی،فرضی واٹس اپ میسیج کےسبب ایک سال میں انتیس افرادکاقتل ہوچکاہے،محض شک کی بنیادپرہجومی تشددنے انتیس افرادکی جان لے لی ہے۔

بقیات

بقیہ پیر جی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحبؒ.......... مولانا کی ایک بڑی صفت ان کی مہمان نوازی تھی،دسترخوان بڑاوسیع تھا،ہرآنے والے کے لئے کچھ نہ کچھ خوردونوش کانظم کرتے،انکارکرنے پربرامان جاتے،چنانچہ ناممکن ہوتا کہ کوئی ان سے ملنے آئے اوربغیرکچھ کھائے پیے چلا جائے۔

مولانا سے دوتین ملاقاتیں میری بھی تھیں،اوران کی مجلسوں میں باریابی کی سعادت نصیب تھی،ایک ملاقات تو حرم شریف ہی کی یاد ہے،۲۰۱۲ءتا۲۰۱۵ءمیں میری حاضری ہوئی تھی،مسجدالحرام میں ایک جگہ بیٹھنے کی جگہ انہوں نے متعین کررکھی تھی،بعض دوسرے اہل اللہ بھی وہاں تشریف فرما ہوتے تھے، ہمارے ایک ملنے والے مولانا یوسف فریدی ہیں،انہیں ہربڑے کی خبررہتی ہے کہ وہ کہاں بیٹھتے ہیں انہوں نے ہی مولانا سے ملایا تھا،لیکن بات خیروعافیت سے آگے نہیں بڑھی، میں یوں ہی کم گوہوں، بزرگوں کے سامنے خاموش رہنا ہی بہترسمجھتاہوں،شایداللہ نے اسی لیے دوکان اورایک زبان انسان کوعطاکیا ہے کہ وہ زیادہ سنےاورکم بولے،ایک ملاقات ممبئی میں ایک مجلس میں ہوگئی تھی، اس ملاقات کودورکا جلوہ تونہیں کہہ سکتے البتہ اب کے بھی بات دورتک نہیں گئی،لیکن بزرگوں کی مجلس کا فیضان ہوتا ہے، اس سے محرومی نہیں رہی۔

مولانا کے رخصت ہونے سے مسندارشادتو سونی نہیں ہوئی،اسے مولانا سلمان مظاہری دامت برکاتہم سنبھال رہے ہیں،دنیا تاریک بھی نہیں ہوئی کیوں کہ اللہ آسمان اورزمین کا نور ہے،اس کے رہتے تاریکی کاعمل دخل کیوں کرہوسکتا ہے،لیکن ہم ایک عظیم شخصیت سے محروم ضرورہوگیے،ان کے فیوض وبرکات اوران کی جانب اصلاح نفس کی جو کوششیں ہورہی تھیں اس سے محرومی ہوگئی ہے،لیکن کیا کیجئے کاردنیااسی طرح چلتا رہاہے، چلتا رہے گا،جانے والے کے لیے دعاءمغفرت ہی ہم کرسکتے ہیں سوکررہے ہیں،اللہ مولانا کے حسنات کوقبول کرکے اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

بقیہ حج کے تحائف...... ایک اورتحفہ صبروتحمل کا حاجی کے ساتھ آتاہے،دھکے پردھکے کھارہاہے،اللہ کی بڑائی بیان کررہاہے،معافی حاجی،معافی حاجی کی رٹ لگارہاہے،وہ دھکے کھاکرمرنے مارنے پرآمادہ نہیں ہوتا بلکہ وہ سب سہہ رہا ہے،اللہ کی رضاوخوشنودی کے لئے،اسے یاد ہے کہ" فَلا رَفَثَ وَلا فُسُوقَ وَلاجِدَالَ فِي الْحَجِّ "،وہ اپنے حج کورفث،فسوق،اورجدال سے بچارہاہے،اب وہ حج سے لوٹا ہےتودوسرے کے لئے بھی اپنے ساتھ برداشت کاتحفہ لایاہے،تحمل اورصبرکی سوغات لایاہے،یہ سوغات اگرقاعدے سےلوگوں تک پہونچ جائےتوبےشمارسماجی اور تمدنی فائدےلوگوں کوحاصل ہوں گے۔

ایک تحفہ شرک وبدعات سے اجتناب کا بھی ہے،صرف اورصرف اللہ کی عبادت کا جوخیال حج میں راسخ ہوتا ہے،لبیک اللھم لبیک کی صداانسانوں کوجس طرح غیروں سے بے نیازکرتی ہے اسے بھی عام کرنے کی ضرورت ہے،روضہ رسول پرصلاۃ وسلام پیش کرکے جوروحانیت حاجی نے حاصل کی ہے،اسے بھی بانٹنے کی ضرورت ہےاوربتانے کی ضرورت ہے کہ محبت رسول کیا چیز ہےاوراس کے تقاضے کیاہیں؟اوراتباع رسول کس طرح بندے کواللہ کی محبت کاحق دار بنادیتی ہے۔اس کے علاوہ حسب صلاحیت واستطاعت مختلف ممالک کے لوگوں کے احوال وآثار سے جو واقفیت اس سفرمیں ہوئی،علمی گفتگو سے جوکچھ سمجھنے کوملا،یقیناً یہ سارے تحفے انتہائی قیمتی ہیں،اوراس کی تقسیم بھی حاجی کی ذمہ داری ہے،کیوں کہ وہ ضیوف الرحمٰن بن کرگیا تھا،اورداعی بن کرواپس ہواہے،ارشادربانی ہے۔وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ "اس شخص سے اچھی بات کس کی ہوگی،جواللہ کی طرف لوگوں کوبلائے،توکل، اجتماعیت،تعصب سے پاک سماج بنانے کی جدوجہد،خالص اللہ کی عبادت کا پیغام،حب رسول سے سرشارزندگی دعوت الی اللہ ہی کے جلی عنوان ہیں،،غورکیجئے تو بہت سے ایسے تحفے حجاج اپنے ساتھ لائے ہوں گے،جس سے ہماری زندگی میں انقلاب آسکتاہے،زمزم اورکھجورکے ساتھ حاجیوں سے یہ تحائف وصولنا نہ بھولئے۔

بقیہ تشدد کے نقصانات.......... معلوم ہواکہ اسلام تشددشروع کرنے کی اجازت نہیں دیتا؛لیکن جوتشدد کرے،اس سے دفاع کی اجازت وترغیب دیتا ہےاورجرم کے مطابق سزادیتاہےاوراس طرح تشدد کی جذرکاٹتا رہتا ہے۔دراصل پوری انسانی تاریخ کا تجربہ ہے کہ انسانی سماج سے اس طرح کے جرائم کبھی بھی ایک دم ختم نہیں ہو جاتے،مجرم انسان ہمیشہ پائے گئے ہیں اور ہمیشہ پائے جائیں گے؛اس لیےاس کا علاج صرف یہی ہے کہ سزااتنی کڑی دی جائے کہ ایسے جرائم کم سے کم ہوکرنہیں کے برابررہ جائیں۔انسانی تاریخ کا جائزہ لیجئے تواندازہ ہوگا کہ تشدد کےاسباب مذہبی بھی ہیں۔اسلام نے اس طرح کےاسباب کی سرے سے جڑہی کاٹ دی ہے،اس کی تعلیم یہ ہے کہ پوجا صرف اللہ کی کی جائے؛کیوں کہ اللہ کے سوا جوکچھ ہے،محض نام ہے،کسی کے پاس کچھ طاقت اوراختیارنہیں،ان کے پوجنے سے مرنے کے بعدوالی دنیا تو بربادہوتی ہی ہے،اس دنیا میں بھی جوکچھ ان کے لیے خرچ کیا جاتا ہے، سب بربادجاتا ہے۔مذہبی عصبیت کی اسی راہ سے تشدد کی ایک اوروجہ بھی جنم لیتی ہے؛یعنی دوسرے مذہب کی توہین اوربےعزتی،اسلام نے اس سےسختی کےساتھ روکا ہے۔قرآن مجید میں حکم ہے:

﴿ وَلا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًابِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ ﴾(سورۃ الأنعام:۸)

(ترجمہ)"اورتم لوگ برانہ کہو،جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا،پس وہ برا کہنےلگیں گے اللہ کو بےادبی سے بدون سمجھے،اسی طرح ہم نے مزین کردیاہرایک فرقہ کی نظرمیں ان کے اعمال کو،پھران سب کواپنے رب کے پاس پہنچنا ہے،تب وہ جتلادے گاان کوجوکچھ وہ کرتے تھے۔"

اس تعلیم کانتیجہ یہ ہے کہ مسلمان نہ دوسروں کے مذہب کی توہین کرتے ہیں،نہ ان کے پیشواؤں اورپرکھوں کی اور نہ ان کے مندروں اورعبادت خانوں کی؛اس لیے تشدد چاہے مذہبی ہو،یاسماجی،یامعاشی بنیادپراس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے،اسے ہرحال میں روکنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔اللہ ہم سب کواس کی توفیق دے۔آمین

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

اجودھیا مسئلہ عقیدہ کا نہیں، بلکہ زمین کی حقیت کا معاملہ ہے: سپریم کورٹ

بابری مسجد زمین کی ملکیت کے مقدمہ کی سماعت سپریم کورٹ میں جاری ہے، مقدمہ کی سماعت پانچ رکنی آئینی بینچ کررہی ہے، جس میں چیف جسٹس آف انڈیا رنجن گگوئی، جسٹس اے ایس بوبڑے، جسٹس اشوک بھوشن، جسٹس چندر چوڑھ، اور جسٹس عبدالنظیر شامل ہیں، سپریم کورٹ نے بڑی وضاحت کے ساتھ دونوں فریق کو یہ بتادیا ہے کہ یہ معاملہ زمین کی ملکیت اور حقیت کا ہے، آستھا اور عقیدہ کا نہیں، اس لئے دلائل اور ثبوت اسی انداز کے پیش کئے جائیں، جمعیۃ العلماء ہند اور مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے پوری تیاری کے ساتھ مضبوط دلائل اور ثبوت پیش کئے جارہے ہیں، مسلمانوں کی طرف سے ہمیشہ عدالت عظمیٰ کے فیصلہ پر بھروسہ جتایا گیا ہے، اور آج بھی یہ بات کہی جارہی ہے کہ اس معاملہ میں عدالت کا فیصلہ قابل تسلیم ہوگا۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ اس سلسلہ میں مسلسل فکرمند ہیں، اور اپنے رفقاء اور وکلاء کے ساتھ مقدمہ کی پیروی بہتر سے بہتر طور پر کئے جانے کے سلسلہ میں ہمہ دم کوشاں ہیں، ضرورت ہے کہ ایسے موقع پر دعاؤں کا اہتمام کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے خصوصی نصرت طلب کی جائے۔

حج سے واپسی پر علماء امارت شرعیہ کے لئے استقبالیہ کا اہتمام

امارت شرعیہ کے ذمہ داران اور کارکنان میں سے کئی حضرات امسال حج کے مبارک سفر پر تشریف لے گئے تھے، جن کی واپسی کا سلسلہ جاری ہے، نائب ناظم امارت شرعیہ جناب مولانا شبلی القاسمی صاحب، مفتی امارت شرعیہ مولانا سہیل احمد قاسمی صاحب، نائب انچارج بیت المال جناب سمیع الحق صاحب اور مبلغ امارت شرعیہ مولانا نور عالم رحمانی صاحب بخیر تمام حج وزیارت کی تکمیل کے بعد اپنے سفر سے لوٹ چکے ہیں، ان حضرات کی واپسی پر مختلف مرحلہ میں امارت شرعیہ کے مرکزی دفتر کے اندر استقبالیہ ودعائیہ مجلس کا اہتمام کیا گیا، جس میں امارت شرعیہ کے ذمہ داران وکارکنان نے شرکت کی، ان مجلسوں میں حجاج کرام نے اپنے تاثرات اور سفر کی خصوصی روداد سنائی، اور رقت آمیز دعائیں ہوئیں، امارت شرعیہ کو اللہ نے یہ خاص شرف عطا کیا ہے کہ ہر سال اس کے ذمہ داران وکارکنان کی ایک تعداد سفر حج کی سعادت سے بہرور ہوتی ہے، جو بلاشبہ باعث برکت بھی ہے اور ادارہ کے لئے باعث سعادت بھی، حجاج کرام نے اپنے تاثرات میں بتایا کہ انہوں نے ہر موقع پر امارت شرعیہ کے اکابر اس کے خدام، امارت شرعیہ کے محبین ومخلصین، ملت اسلامیہ اور ملک وصوبہ کے خیر وفلاح کے لئے خاص طور پر دعاؤں کا اہتمام کیا۔

پولس اور کونسل میں بحالی کے خواہشمند امیدوار توجہ دیں

محکمہ کابینہ سکریٹریت کے جوائنٹ سکریٹری بشمول اردو ڈائرکٹوریٹ کے ڈائرکٹر جناب امتیاز کریمی صاحب نے یہ اطلاع دیتے ہوئے اپنے اخباری بیان میں کہا ہے کہ بہار پولس میں داروغہ کے کل 2064 عہدے، سارجنٹ کے 215 اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل کے 167 مجموعی طور پر کل 2446 عہدے پر بحالیاں ہونے والی ہیں۔ جس کے لئے اردو، ہندی اور انگلش تمام اخبارات میں تفصیل سے اشتہار شائع ہوئے ہیں، شائع اشتہار کے مطابق آن لائن درخواست فارم بھرنے کا عمل ۲۲؍اگست سے شروع ہوکر ۲۵؍ستمبر ۲۰۱۹ء کو ختم ہوگا، خواہش مند واہلیت رکھنے والے امیدوار ۲۱؍اگست کے اخبارات سے تمام تفصیلی جانکاری حاصل کرسکتے ہیں، آن لائن فارم بھرنے اور دیگر ضروری جانکاری کے لئے ویب سائٹ www.bpssc.bih.nic.in سے حاصل کرسکتے ہیں، جناب کریمی نے مسلم طلبہ کو توجہ دلاتے ہوئے مزید بتایا کہ آپ اپنی صلاحیت اور اہلیت کے مطابق مذکورہ عہدوں پر بحالی کے لئے ضرور دلچسپی لیں، آپ اس سلسلہ میں مزید جانکاری یا دیگر فیڈ بیک حاصل کرنے کے لئے ویب سائٹ www.sarkari results.info یا support@sarkariresults.info سے رابطہ کرسکتے ہیں، جناب کریمی صاحب نے یہ بھی بتایا کہ بہار ودھان پریشد سکریٹریٹ، پٹنہ میں بھی اسسٹنٹ، ڈرائیور، ایل ڈی سی، سیکوریٹی گارڈ، اسسٹنٹ ٹرانسلیٹر (ہندی/اردو)، اسسٹنٹ کیئرٹیکر کے کل 86 عہدے پر بحالی کے لئے آن لائن درخواست طلب کئے گئے ہیں، ملت کے باصلاحیت نوجوانوں کو ایسی ملازمتوں کے حصول میں خصوصی دلچسپی لینی چاہئے اور ہر شعبہ میں اپنی جگہ بنانے کی فکر کرنی چاہئے، ہمت اور حوصلہ کرنے والوں کو منزل ضرور ملا کرتی ہے۔

رام گڑھوا اور رکسول بلاک ضلع مشرقی چمپارن میں نقباء ونائبین کی میٹنگ

جن اضلاع میں بلاک سطح پر تنظیم امارت شرعیہ کے ذمہ داران کا انتخاب ہوچکا ہے ان اضلاع میں بلاک سطح کی میٹنگوں کا سلسلہ جاری ہے، جس کا مقصد نقباء ونائبین کو ان کی ذمہ داریوں کے تعلق سے سرگرم رکھنا اور پنچایت سطح کے ذمہ داروں کا انتخاب کرنا ہے، تاکہ ضلع سے گاؤں تک تنظیم امارت شرعیہ کی کڑی مضبوط سے مضبوط تر ہوسکے، چنانچہ اسی سلسلہ کی دو میٹنگ ۲۲؍اگست کو ضلع مشرقی چمپارن میں منعقد ہوئی، پہلی میٹنگ کا انعقاد مدرسہ فلاح المسلمین رام گڑھوا میں زیر صدارت جناب ڈاکٹر محمد مجتبیٰ شمسی صاحب صدر رام گڑھوا بلاک ہوا، جس میں رام گڑھوا بلاک کے نقباء ونائبین نے شرکت کی، میٹنگ میں ان ذمہ داریوں پر عمل کا جائزہ لیا گیا جو امارت شرعیہ کی طرف سے نقباء ونائبین کو سپرد کی گئی ہیں، اسی طرح پنچایت سطح پر ذمہ داروں کا جو انتخاب ماہ ستمبر سے پہلے مکمل ہونا ہے اس کے لئے نقشہ عمل تیار کیا گیا، دوسری میٹنگ شہر رکسول میں زیر صدارت جناب مولانا اخلاق قاسمی صاحب معاون قاضی ڈھاکہ مشرقی چمپارن منعقد ہوئی، مولانا موصوف نے دونوں میٹنگوں میں نقباء ونائبین کو اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دینے اور حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی فکر کے مطابق تنظیمی سلسلہ کو مضبوط بنانے کی تلقین کی، دونوں جگہ شرکاء حضرات نے پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ اپنے کو مزید سرگرم بنانے اور ماہ ستمبر تک پنچایت سطح کے انتخاب کو پورا کرلینے کا عہد کیا۔

امارت شرعیہ سے ماہانہ وظیفہ پانے والے محتاجان وبیوگان

۱۵؍محرم ۱۴۴۱ھ تک تجدید کے لیے درخواست جمع کریں

امارت شرعیہ کے ناظم مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے اپنے ایک اخباری بیان میں اعلان کیا ہے کہ امارت شرعیہ سے جن بیواؤں اور محتاجوں کو ماہانہ وظیفہ ملتا ہے، اگر ان کی ضرورت باقی ہے اور وہ آئندہ اپنا وظیفہ جاری رکھوانا چاہتے ہیں تو تجدید کا فارم بھر کر اپنے آدھار کارڈ اور بینک پاس بک کی کاپی کے ساتھ ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ پر ۱۵؍محرم ۱۴۴۱ھ (۱۵؍ستمبر ۲۰۱۹ء) تک موصول کرادیں۔ وظیفہ فارم میں موجود سبھی خانوں کو صاف صاف بھریں اگر خود سے نہ بھرسکیں تو کسی جانکار سے بھروالیں، خاص طور سے اکاؤنٹ کی تفصیلات (اکاؤنٹ میں موجود نام، اکاؤنٹ نمبر، بینک کا نام، بینک کا پتہ، آئی ایف سی کوڈ) صاف صاف بھریں۔ وظیفہ کا فارم امارت شرعیہ کے مرکزی دفتر سے یا اپنے ضلع کے دارالقضاء سے حاصل کرلیں۔ اگر کسی وجہ سے فارم حاصل نہ ہوسکے تو سادہ کاغذ پر تجدید کی درخواست دیں اور اس میں اپنی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے اپنا نام، ولدیت (اردو اور انگریزی میں) پتہ، موبائل نمبر، بچوں کی تفصیلات، اپنی تفصیل (بیوہ ہیں یا مطلقہ ہیں یا معذور ہیں)، بینک اکاؤنٹ میں کیا نام ہے، بینک کا نام، برانچ، آئی ایف سی کوڈ وغیرہ صاف صاف بھریں اور علاقہ کے قاضی یا گاؤں کے نقیب یا معزز شخصیات سے تصدیق بھی کرالیں اور آدھار کارڈ اور بینک پاس بک کی فوٹو کاپی منسلک کرکے بذریعہ پوسٹ یا دستی دفتر نظامت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ۔ 801505 کے پتے پر بھیجیں۔ یاد رکھیں جن کی تجدید کی درخواست موصول نہیں ہوگی ان کا وظیفہ آئندہ سال ۱۴۴۱ھ کے لیے جاری نہیں ہوگا۔ جدید بیوگان محتاجان کی درخواست بھی مذکورہ شرائط وتفصیلات کے ساتھ ۱۵؍محرم تک ہی قبول کی جائے گی۔

مزید معلومات کے لیے 7903621729,0612-2555351,06122555014 پر رابطہ کریں

بورڈ کی سوشل میڈیا ڈیسک کی جانب سے ایک اہم سلسلہ اسلامی آداب کا آغاز

قرآن کریم کی بے شمار نصوص اور احادیث صحیحہ شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی تعلیمات اور سنتوں کا اتباع ہی انسان کی مکمل اصلاح کا نسخہ اکسیر اور دنیا وآخرت کی ہر کامیابی کا ضامن ہے۔ مگر اکثر لوگوں نے اطاعت واتباع کو صرف نماز، روزہ، وغیرہ چند عبادات میں منحصر سمجھ رکھا ہے۔ معاملات اور حقوق باہمی، خصوصا معاملات وآداب معاشرت سے متعلق قرآن وحدیث کے ارشادات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو عام طور پر ایسا سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ نہ دین کا کوئی جزو ہے اور نہ اطاعت واتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بہت سے ایسے مسلمان بھی دیکھے جاتے ہیں جو نماز روزے کے اعتبار سے اچھے خاصے دیندار کہلاتے ہیں مگر * معاملات ومعاشرت وحقوق باہمی کے معاملے میں بالکل غافل اور بے شعور ہونے کی بنا پر اسلام اور مسلمانوں کے لیے ننگ عار ہوتے ہیں۔ جس کی بڑی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ناواقفیت اور آپ کی عادات وخصائل سے غفلت ہے، اسی کے پیش نظر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی سوشل میڈیا ڈیسک کی طرف سے ایک اہم سلسلہ بعنوان ''اسلامی آداب'' جاری کیا جارہا ہے، جس کا مقصد اسلامی تعلیمات کو عام کرنا مسلمانوں کو معاملات، معاشرت اور حقوق باہمی سے واقفیت کرانا ہے، امید ہے کہ قارئین اس سے ضرور مستفید ہوں گے۔ سوشل میڈیا ڈیسک آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سے جڑنے کے لئے اس نمبر پر اپنا نام ومکمل پتہ ارسال کریں: 9834397200

فوقانیہ اور مولوی کے امتحان کا فارم مورخہ ۲۶؍اگست بھرا جائے گا

بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کی جانب سے تمام ملحقہ مدارس کے پرنسپل/صدر مدرس، طلبہ وطالبات اور گارجین حضرات کو اطلاع دی جاتی ہے کہ درجہ فوقانیہ اور مولوی امتحان ۲۰۲۰ء کا آن لائن فارم بھرنے کی تاریخ ۲۶؍اگست ۲۰۱۹ء سے ۲۵؍ستمبر ۲۰۱۹ء تک طے کی گئی ہے۔ تمام پرنسپل/صدر مدرس کو مورخہ ۲۵؍اگست ۲۰۱۹ء تک ان کے موبائل نمبر پر ایک یوزر آئی ڈی اور پاسورڈ دفتر مدرسہ بورڈ کی جانب سے موصول کرایا جائے گا۔ اسی یوزر آئی ڈی اور پاسورڈ کی مدد سے تمام پرنسپل/صدر مدرس مدرسہ بورڈ کی ویب سائٹ www.bsmeb.org پر متعین وقت کے درمیان طلبہ وطالبات کا فارم پُر کرائیں گے۔ فارم بھرنے میں اگر کوئی دشواری ہو تو اس کے حل کے لیے دفتر مدرسہ بورڈ کے ویب سائٹ پر اس سے متعلق ایک ویڈیو دی جارہی ہے، جس سے مدد لی جاسکتی ہے۔ فارم بھرنے کی ترتیب اس طرح ہے۔

(۱) موصول کرائے گئے لاگ ان یوزر آئی ڈی اور پاسورڈ سے صدر مدرس دفتر مدرسہ بورڈ کی مذکورہ بالا ویب سائٹ پر لاگ ان کریں۔ (۲) Register Candidate پر کلک کرکے طلبہ وطالبات کا فارم بھریں۔ (۳) فارم بھرنے کے بعد فارم Submit کرتے ہی آن لائن فیس کی ادائیگی کریں۔ (۴) فیس کی ادائیگی کے بعد دو رسید حاصل ہوگی، ایک رسید کو پرنسپل/صدر مدرس اپنے پاس رکھیں گے اور دوسری رسید طالب علم/طالبہ کو دے دیں گے۔

نوٹ: پرنسپل/صدر مدرس کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ آزاد امیدوار کا رجسٹریشن/امتحان فارم بھرنے کے قبل دفتر مدرسہ بورڈ یا علاقائی دفتر پورنیہ سے مورخہ ۲۸؍اگست ۲۰۱۹ء سے ۱۱؍ستمبر ۲۰۱۹ء تک اجازت نامہ حاصل کرلیں۔ پرمیشن فیس دوسو روپئے Bihar State Madrasa Education Fund کے نام سے ڈرافٹ کی صورت میں جمع کرنا ہوگا، درجہ فوقانیہ کے لیے رجسٹریشن/امتحان فارم کی فیس سات سو روپئے اور مولوی کے لیے آٹھ سو روپئے مقرر ہے، جو آن لائن ادا کی جائے گی۔ مزید اطلاع دی جاتی ہے کہ درجہ فوقانیہ اور مولوی امتحان ۲۰۱۹ء کے نتائج شائع کیے جاچکے ہیں، اگر طلبہ وطالبات اپنے رزلٹ سے مطمئن نہیں ہیں تو وہ اسکروٹنی کے لیے دفتر مدرسہ بورڈ کی ویب سائٹ پر مورخہ ۲۵؍اگست ۲۰۱۹ء سے ۸؍ستمبر ۲۰۱۹ء تک درخواست دے سکتے ہیں۔ اسکروٹنی کی فیس فی سبجیکٹ ایک سو روپئے آن لائن ادا کی جائے گی۔

Volume:59/69,Issue:32 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

قاتل کی یہ دلیل بھی منصف نے مان لی
مقتول خود گرا تھا خنجر کی نوک پر
(منیر نیازی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

نفرت کی سیاست اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا محی الدین قاسمی ندوی

ایشاء کا ایک ایسا ملک ہے جہاں مختلف مذہبوں کے ماننے والوں کی تعداد کم وبیش ایک سوتیس کروڑ ہے، یہ ملک کثرت میں وحدت کی بہترین مثال کے طور پر جانا جاتا ہے، صدیوں سے لوگ پیار ومحبت کے ساتھ رہتے چلے آرہے ہیں، صوفیوں، ولیوں اور رشی منیوں کی دھرتی ہونے کے ناطے اسے جنت نشاں کہا جاتا ہے، یہاں رواداری، بھائی چارگی، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی جڑیں کافی مضبوط رہی ہیں، مگر ادھر چند سالوں کے دوران ملک کو بار بار فرقہ پرستوں اور قیادت کی کرسیوں کی چاہت رکھنے والوں نے جہنم بنانے کی کوشش کی، اقلیتوں کے جذبات سے کھیلا گیا، مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کے لئے آرڈیننس لاکر مسلمانوں کی دل آزاری کی گئی، ماب لنچنگ کے ذریعہ درجنوں مسلم نوجوانوں کو شہید کردیا گیا، یقیناً اس کے نتیجے میں ملک بے چینی اور اضطرابی کیفیت سے دوچار ہوا، اور اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے دلوں میں خوف وسراسیمگی بڑھتی گئی، مگر اتنی بات تو طے ہے کہ ایسی لاقانونیت اور بدامنی کی فضاء قائم کرنے کی کوشش ماضی میں کبھی دیکھنے کو نہیں ملی، جتنی کہ گذشتہ چند سالوں میں پوری دنیا نے دیکھا کہ ملک دو بڑی خطرناک سازشوں اور عظیم حادثوں سے اس طرح بچ کر نکل گیا، جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

پہلی سازش گذشتہ ماہ نومبر کی ۲۵/تاریخ کے تعلق سے ہے، جب شیوسینا اور آر ایس ایس کی کال پر لاکھوں ہندو عناصر دھرم سبھا میں شرکت کی غرض سے ایودھیا میں جمع ہوگئے تھے، ان کے اس اعلان کے بعد کہ اس مرتبہ بھی ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء جیسا ماحول پیدا کرنے کے لئے نہ صرف ہم بلکہ سادھوسنت پر عزم ہیں اور مندر بھی بنا ڈالیں گے، ظاہر سی بات ہے کہ اس قسم کے اعلانات اور قانون کے ہاتھ میں لے لینے کی دھمکی کے بعد پورے ملک کی اقلیتوں بالخصوص مسلم باشندگان ایودھیا کے دلوں میں خوف ودہشت کا پیدا ہوجانا یقینی تھا، یہ دہشت اور تشویش اس لئے بھی بجا تھی کہ اتر پردیش میں ان دنوں سیاسی پارہ کافی گرم چل رہا ہے، انہیں پل پل اپنی جان ومال کا خطرہ درپیش تھا، پورے ملک میں شدید بے چینی کا ماحول تھا، کیونکہ ۱۹۹۲ء میں ہوئی بابری مسجد کی شہادت کا منظر اور اس کے بعد ملک بھر میں پھوٹ پڑے فرقہ وارانہ فسادات، ہلاکتیں اور بربادیوں کی تصویر ان کی آنکھوں میں تیر رہی تھی، وہ دیکھ چکے تھے کہ اس وقت کی کلیان سنگھ کی سرکار نے سپریم کورٹ میں حلف نامہ داخل کرکے کہا تھا کہ وہ متنازع مقام (بابری مسجد) سے کسی طرح چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے، عدالت اور اس وقت کی کانگریس سرکار کی قیادت والی مرکزی حکومت نے کلیان سنگھ کے حلف نامے پر بھروسہ کیا، اس کے باوجود ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد شہید کردی گئی، اور کلیان سنگھ اپنا وعدہ نبھانے میں ناکام رہے، اس کے بعد ملک میں جو ہوا، پوری دنیا جانتی ہے، یہ پورا دل خراش واقعہ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے، جی ہاں! ماضی کے جھروکوں سے جھانک کر بربادیوں، ہلاکتوں اور بڑے بوڑھے اور بچوں کی آہ وفغاں کا خوفناک منظر دیکھا جاسکتا ہے۔ بہرحال ان تمام تر اندیشوں کے باوجود گذشتہ مہینہ کی ۲۵/تاریخ عافیت کے ساتھ گذر گئی اور امن پسند لوگوں کے ساتھ مسلمانوں نے راحت کی سانس لی، یقیناً اللہ کی نصرت شامل حال رہی اور کہیں سے کسی کی نکسیر پھوٹنے تک کی خبر نہیں آئی۔ سچ پوچھئے تو ایودھیا میں دھرم سبھا سے پہلے ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کے جیسا ماحول بن گیا تھا، ٹھاٹھیں مارتے انسانی سمندر اور پرجوش نعروں کے درمیان کسی بھی انہونی کے خوف سے صرف ایودھیا ہی نہیں، بلکہ سارا ملک سہما ہوا تھا، لیکن اس کے باوجود سارے اندیشے غلط ثابت ہوئے اور سب کچھ خیر وعافیت کے ساتھ تمام ہوا۔

جی ہاں! اس متنازعہ مقام پر رام بھگتوں کے جماوڑے کا مقصد اول یہ تھا کہ ہندو مسلم میں تناؤ کو بڑھا کر آئندہ ہونے والے انتخابات میں سیاسی بالادستی حاصل کی جائے اور اس بھیڑ بھاڑ کی طاقت دکھلا کر حکومت پر فی الفور آرڈیننس پاس کرنے کے لئے دباؤ اور سپریم کورٹ کو جلد فیصلہ صادر کرنے پر مجبور کیا جائے، نیز اس موقع پر مقصد کے حصول کے لئے ان کے قائدین کی زبردست بیان بازیاں بھی ماحول کو گرم کررہی تھیں کہ ہم نے مسجد ۱۷/منٹ میں توڑی تھی، اسے چند گھنٹوں میں بنانا بھی جانتے ہیں، آخر کیوں اتنے طویل عرصے کے بعد مرکزی حکومت کی طرف سے رام مندر بنانے کے لئے قانون لانے میں تاخیر ہورہی ہے؟ لیکن دنیا جانتی ہے کہ ملک کی عدالت عظمیٰ کسی بھی حال میں کسی قوم کے محض آستھا اور عقیدہ کی بنیاد پر اس کے حق میں فیصلہ کیوں کر سنائے گی اور پارلیامنٹ میں آرڈیننس کیوں کر پاس ہوگا؟ نہ تو ارباب پارلیامنٹ کے پاس وقتی قانون پاس کرنے کا کوئی وجہ جواز ہے اور نہ ہی سپریم کورٹ کے پاس کوئی ثبوت ہے کہ وہاں کبھی مندر تھا، جسے ڈھا کر مسجد بنائی گئی ہے، ویسے سچائی یہی ہے کہ انہدام مندر کا الزام ہی سراسر غلط ہے وہ اس وجہ سے کہ اس قسم کا کام تو ایک مسلم راجہ یا حکمراں کبھی کر بھی نہیں سکتا، چونکہ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جب مذہب اسلام میں یتیم بچوں کی زمین بھی بلا قیمت مسجد کی تعمیر کے لئے قبول نہ کی جاتی ہو تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ کسی زمین کو ہتھیا کر جبرا مسجد تعمیر کرنے کا تصور کیا جائے، مزید برآں یہ دعویٰ کرنا کہ بابر نے مندر گرا کر مسجد بنائی تھی ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ ہر مسلمان یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ مسجد پاک وطیب زمین پر ہی تعمیر کی جاسکتی ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ درحقیقت بابری مسجد رام جنم بھومی کا قضیہ انگریزوں کے دور کی پیداوار ہے، ۱۵۲۸ء میں مسجد تعمیر کی گئی اور ۱۸۸۵ء تک بلا کسی نزاع کے مسجد میں پنج وقتہ نمازیں ہوتی رہیں یہ پورا دور مغلوں کی حکومت کا رہا ہے، اس دوران متعدد مغل بادشاہ آئے اور حکومت کی کرسی پر جلوہ افروز ہوئے، سب کے سب انصاف ور اور عدل پرور تھے، جہاں تک بابر کی بات ہے تو نہایت منصف مزاج، نیک دل اور عالی حوصلہ بادشاہ تھا، اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے مندر توڑ کر مسجد بنائی ہے، یہ سراسر ناانصافی ہے، چونکہ عہد مغلیہ کی متعدد تاریخی کتابیں جیسے طبقات اکبری، اکبرنامہ، منتخب التواریخ اور منتخب اللباب سے پتہ چلتا ہے کہ بابر نے کبھی ایودھیا میں قیام ہی نہیں کیا ہے، ہاں ایک مرتبہ وہ اودھ کے گورنر شیخ بایزید کی بغاوت فرو کرنے کے لئے اودھ آیا اور اپنے کام سے فارغ ہوکر میر محمد باقی کو علاقے کا گورنر بنا کر الہٰ آباد کے راستے بہار چلا گیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ بابر ایودھیا گیا ہی نہیں، جب وہ گیا نہیں تو اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے ایودھیا آکر مندر توڑ کر مسجد بنائی ہے بے بنیاد اور محض الزام تراشی ہے، خود ایک ہندو مورخ "پروفیسر شری رام شرما" اپنی کتاب "مغل امپائر ان انڈیا" میں لکھتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی شہادت نہیں ملی ہے کہ بابر نے کسی مندر کو منہدم کیا یا کسی ہندو کو اس کے مذہب کی بنیاد پر تکلیف پہنچائی۔ اسی طرح رام جی کے سب سے بڑے بھگت تلسی داس تھے، جنہوں نے بابری مسجد کی تعمیر ہی کے زمانہ میں سریوندی کے کنارے بیٹھ کر "رام چرت مانس" لکھتے رہے تھے لیکن انہوں نے اپنے کسی اشلوک اور دوہے میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کیا کہ رام جی کے مندر کو توڑ کر مسجد بنائی گئی، اسی طرح وویکانند کی تصنیف کردہ تقریباً دوسو کتابیں موجود ہیں ان میں کہیں بھی مندر توڑے جانے کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ اس متنازع مقام پر جمع ہونے کا مقصد ثانی، پنج سالہ دور اقتدار میں اپنی ناکامیوں کی پردہ پوشی تھی، نیز رام مندر کے ایشو کے ذریعہ انہیں لالی پاپ دکھلا کر ان کے جذبات کو برانگیختہ کرتے ہوئے ان کے ذہنوں کو آئندہ عام انتخابات کے لئے تیار کرنا تھا، کیوں کہ برسر اقتدار پارٹی اور ان کے رہنماؤں کے بارے میں دنیا جانتی ہے کہ وہ ۲۰۱۴ء میں زبردست اکثریت سے کامیاب ہوئے تھے اور حکومت کی کرسی پر بیٹھتے ہی ڈھیر ساری پرکشش اسکیموں کی لالچ کے ذریعہ حاکم وقت نے بے روزگار نوجوانوں کو روزگار دینے، کسانوں کے قرض معافی کے ساتھ ساتھ ہر ایک کے اکاؤنٹ میں ۱۵/۱۵/لاکھ روپئے دینے کا خوش کن وعدہ کیا تھا، مگر اس پر سال پر سال گذرتے گئے یہاں تک کہ عام انتخابات کی تاریخ قریب آپہنچی، نوجوانوں کو نہ نوکری ملی اور نہ ہی اچھے دن آنے کی امید ہی پوری ہوئی اور نہ ہی خالی اکاؤنٹ میں ۱۵/لاکھ کی رقم آئی، اور نہ کسانوں کے قرض معاف ہوئے، البتہ یہ ضرور ہوا کہ ان بیچاروں کے اکاؤنٹ میں جمع شدہ گاڑھی کمائی کی رقم بھی نوٹ بندی کی بھینٹ چڑھ گئی۔

دوسری سازش اس موقع پر رچی گئی جب یوپی کے بلند شہر میں منعقد عالمی اجتماع کے اختتام والے دن لاکھوں کی تعداد میں فرزندان توحید اپنے اپنے گھروں کو واپس ہورہے تھے عین اسی موقع پر مٹھی بھر فرقہ پرست طاقتوں نے گاؤکشی کا فرضی شور مچا کر اس قدر ہنگامہ اور نیشنل ہائی وے پر رکاوٹیں ڈالنا شروع کردیا کہ جس سے اگر ایک طرف بلند شہر کے اطراف واکناف میں بدامنی کی فضاء تیار ہونے لگی تو دوسری طرف ہزاروں کی تعداد میں دنگائیوں نے مقامی پولس اسٹیشن کا گھیراؤ شروع کردیا اور زور زبردستی ایف آئی آر درج کرنے کی مانگ کرنے لگے، تاکہ گئوکشی معاملہ میں علاقائی مسلمانوں اور اجتماع سے واپس ہورہے لاکھوں مسلم بھائیوں کو نشانہ بنایا جائے۔ لیکن اللہ کو ان کی ناپاک سازش کو ناکام کرنا تھا، اس کے بعد ہوا یوں کہ ان کی ساری تدبیریں اور پلاننگ اس وقت یک لخت فیل ہوگئیں جب جاں باز پولیس نے اپنی جرأت وبہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے گولی چلا کر بھیڑ کو منتشر کردیا، جس کی وجہ سے یہ خطرناک معاملہ کنٹرول میں آگیا نہیں تو پورا بلند شہر آگ کی لپٹوں میں ہوتا، خون کی ندیاں بہتیں، ہر طرف کہرام ہی کہرام ہوتا، قابل تعریف یہ ہے کہ پولس انتظامیہ نے نہایت ہوشیاری اور حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے ان فرقہ پرستوں کو روکنے کی بھرپور کوشش کی، مگر اس درمیان جو ہنگامہ برپا ہوا، اس سے پورا ملک انگشت بدنداں ضرور ہوا کہ فرقہ پرست طاقتوں اور پولیس انتظامیہ کے مابین اس طرح آگ زنی اور قتل وغارت کا ننگا ناچ ہوا کہ پولس اسٹیشن بھی جل کر خاکستر ہوگیا، درجنوں موٹر سائکلیں اور پولس گاڑی کو بھی آگ کے حوالہ کردیا گیا، اسی پر بس نہیں بلکہ ایک فسادی کے علاوہ پولیس انسپکٹر کو اپنی جان بھی گنوانی پڑی، جی ہاں اس حادثہ کی سچائی اور منصوبہ بند سازشوں کو جب لوگوں کے سامنے میڈیا لانا شروع کیا تو لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ کتنی بربریت کے ساتھ اس انسپکٹر کو ماب لنچنگ کا شکار ہونا پڑا ہے، حالات اس قدر سنگین تھے کہ انسپکٹر کے ہمراہی دستہ نے بھی اپنی اپنی جان بچانے کے لئے کنارہ کشی اختیار کرلی، اس کے بعد بڑی بے دردی کے ساتھ آں جہانی انسپکٹر سبودھ کمار کو قتل کردیا گیا، اب آپ اندارہ لگا سکتے ہیں کہ ملک کے حالات کتنے خوف ناک ہوتے جارہے ہیں، لوگ ملک کے تازہ ترین حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ اب ملک کے حالات بالکل ۱۹۴۷ء جیسے ہوتے جارہے ہیں، بعض کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ اس سے بھی زیادہ بدتر حالات ہیں۔